شہیدِ منیٰ

شہید غلام محمد فخر الدین

ایک شخصیت۔۔۔ایک تحریک

مجلس وحدت مسلمین قم المقدسہ،ایران

کتاب کا نام :۔ شہیدِ منیٰ

E-Book

Mwmqom7861/book/16

جمع آوری: مختار مطہری

نظر ثانی: ندر حافی

پیشکش: ایم ڈبلیو ایم قم شعبہ میڈیا و سیاسیات

اشاعت اوّل

فروری ۲۰۱۶

انتساب

سرزمینِ وحی پر

شہید ہونے والے ان فرزندانِ توحید کے نام

جنہیں آلِ سعود نے

حالتِ احرام میں

شہید کردیا

اور جن کے قتل پر

حکومت پاکستان نے

خاموشی اختیار کئے رکھی

فہرست

ڈاکٹر علامہ سید شفقت حسین شیرازی کا پیغام 5

نمائندہ ولی فقیہ انڈیا کا پیغام 7

میرے بابا۔۔۔فرزندِ شہید، عباس فخر الدّین 8

آغا جان۔۔۔آپ ایسے ہی تھے۔۔۔نذر حافی 15

شہید ڈاکٹر فخر الدین۔۔۔عاشق حسین آئی آر 19

ڈاکٹر غلام محمد فخر الدّین۔۔۔رکنے نہ پائیں یہ قدم۔۔۔سجاد احمد مستوئی 27

شہید کی چوالیس سالہ زندگی۔۔۔محمد جان حیدری 30

استادِ بزرگوار۔۔۔تیری یادوں کے زخم دل میں ہیں۔۔۔ابراہیم بلتی 34

اے ہم سفر نیمہ راہ!۔۔۔محمد علی شریفی 38

شہید ڈاکٹر غلام محمد۔۔۔تجھے روئے گا زمانہ برسوں۔۔۔علی احمد نوری 42

غلام محمد فخر الدّین۔۔۔داستاں ان کی ہے قلم میرا۔۔۔سید محمد علی شاہ 48

سرزمین بلتستان کا گوہر نایاب۔۔۔محمد لطیف مطہری کچوروی 52

شہادت کی نیند قوم کی بیداری۔۔۔محمد عباس بہشتی 59

بسم اللہ الرّحمٰنِ الرّحیم

حجۃالاسلام ڈاکٹرغلام محمد فخرالدین کے چہلم کی مناسبت سے مجلس وحدت مسلمین پاکستان کے خارجہ امورکے سربراہ

ڈاکٹرعلامہ سید شفقت حسین شیرازی کا پیغام

سب سے پہلے تواس سال سانحہ منیٰ میں یزیدان عصرکے ہاتھوں ہزاروں شہداکی شہادت پر ہم پوری ملت اسلامیہ کی خدمت میں تعزیت وتسلیت پیش کرتے ہیں لیکن ہماراصدمہ اور خسارہ بہت بڑاہے. کیونکہ اس سانحے میں شہید ہونے والی عظیم شخصیات میں سےایک ہمارےانتہائی عزیزاورواجب القدردوست، مبلغِ اسلام،مایہ نازاوربلندپایہ تنظیمی وعلمی شخصیت حجۃ الاسلام والمسلمین ڈاکٹرغلام محمد فخرالدین بھی ہیں جوکہ مجلس وحدت مسلمین شعبہ قم کے سربراہ اور ہمارےایک مرکزی لیڈرشمار ہوتے تھے. آپ کی شہادت پرایک ضعیف ماں اورکمسن بچوں کاسہاراضرورٹوٹاہےاوریقیناًیہ شہیدکےاہلخانہ کیلئےایک ناقابلِ فراموش گھاوہے. لیکن درحقیقت آپ کی شہادت سےپورےعالمِ اسلام میں اس زخم سےکئی گنا بڑا شگاف پیداہوگیاہے،حدیث شریف میں آیاہے " اذاماتالعالم ثلم في الاسلام ثلمةلايسدهاشئ " آپ کی مظلومانہ اورغریب الوطنی کی شہادت سےپورےعالمِ اسلام میں ایک شگاف پڑاہےاورخلاپیداہواہےاوریہ پوری ملت پاکستان کاناقابلِ تلافی نقصان ہے۔

ہم اس عظیم شہادت کی مناسبت سےوارث خون شہداء حضرت امام مہدی (عج)،انکے نائب ولی امر مسلمین، ومراجع عظام اورعلماء کرام وملت پاکستان بالخصوص مجلس وحدت کے سربراہ ناصرملت کی خدمت میں تعزیت پیش کرتے ہیں۔

ہماری دعاہے کہ خداوندِعالم شہیدکےاہلِ خانہ کوصبر واستقامت عطا کرےاور شہیدکے چاہنے والوں کوانکے مشن کوجاری رکھنے کی سعادت نصیب کرے۔

ہم یہاں پرپوری ملت اسلامیہ خصوصاًملتِ پاکستان سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ آلِ سعودکے ظلم وجبرکےخلاف آواز بلند کرےاور حرمین شریفین کےانتظامات کی ذمہ داری نااہل سعودی حکومت کے بجائے (اوآئی سی) یامسلمانوں کے کسی معتمدادارے کوسونپنے کی تحریک چلائے.

مثلِ شبیرؑ جو پیغامِ عمل دیتے ہیں

ایسے ہی لوگ زمانے کوبدل دیتے ہیں

نمائندہ ولی فقیہ انڈیا کا پیغام

بسمه تعالی

دفتر نمایندگی ولی فقیه
هندوستان

تاریخ: ....
شماره: ....
پیوست: ....

بسمه تعالی

انا لله و انا الیه راجعون

خبر غم انگیز شهادت عالم ربانی و خطیب صمدانی و الفقیه حضرت حجة الاسلام والمسلمین غلامحمد فخرالدین ره
در فاجعه دردناک منا موجب تأثر و تأسف گردید لذا این مصیبت بزرگ را خدمت
حضرت ولی عصر عج و خانواده محترم آن شهید عزیز و دوستان ایشان در شبه قاره تبریک و تسلیت
عرض می کنم و از خداوند متعال علو درجات برای آن شهید والا مقام و صبر و شکیبایی
برای تمام بازماندگان مسئلت دارم. فاجعه بزرگ منی که منجر به قربانی شدن
بیش از هفت هزار نفر شد، قلب تمام مؤمنین از کشورهای مختلف را جریحه دار
نمود و یکبار دیگر پلیدی و سیاه دلی و قساوت آل سعود را در ریختن خون اهل ایمان
آشکار ساخت و نشان داد آل سعود صلاحیت اداره کنگره جهانی و عظیم حج را
ندارد و متأسفانه تاکنون اجازه نداده است که به عمق و ریشه های این حادثه
یک تحقیقات بی طرفانه ای صورت گیرد. و امیدوارم به برکت خون این شهیدان
که مظلومانه در آن سرزمین وحی جان دادند، خداوند متعال زمینه سقوط این رژیم ظالم
و ستمگر را فراهم نماید والسلام

مهدی مهدوی پور

۱۴۳۷

میرے بابا۔۔۔فرزندِ شہید، عباس فخرالدّین

میرے بابا ڈاکٹر غلام محمد فخرالدین ۲۲ نومبر 1971 بمطابق ۴ ذالحجہ کو پاکستان کے صوبہ گلگت بلتستان کے نواحی گاوں قمراہ کے ایک متدین خاندان میں پیدا ہوئے۔شہید کے والدین پہلے سے ہی ۴ بیٹوں سے محروم ہوچکے تھے اور اب شہید ان کے اکلوتے بیٹے تھے۔ شہید کے والدین نے آپ کی تربیت کی خاطر بہت زیادہ زحمات اور مشکلات برداشت کیں۔ شہید کی والدہ یعنی ہماری دادی کہتی ہیں کہ میں نے شہید کو دوران شیر خوارگی بغیر وضو دودھ نہیں پلایا تھا۔ شہید نے پانچ سال کی عمر میں قرآن سیکھنا شروع کیا، قرآن سیکھنے کے علاوہ اسی عمر میں علوم اسلامی و معارف از جملہ احکام (توضیح المسائل) و عقائد کی کا بھی علم حاصل کیااور اسی طرح عقائد ابتدائی اپنے علاقے کے ایک معروف استاد اخوند احمد فلسفی سے سیکھے۔

دس سال کی عمر میں باقاعدہ پانچ وقت نماز پڑھنا شروع کی اور دیگر مسائل دینی کو ذوق و شوق سے سیکھنا شروع کردیا۔بچپن کے دوران بالغ ہونے سے تین، چار سال قبل روز رکھنا چاہا، لیکن والدین اس راہ میں حائل ہوئے۔اسی عمر میں دروس اسلامی کے ساتھ ساتھ اسکول کی تعلیم بھی اپنے آبائی گاوں کے ایک اسکول سے شروع کی اور مدرسے میں اپنے استاد سے مختلف کتابیں جیسے بوستان و گلستان سعدی۔۔۔وغیرہ پڑھنا شروع کردیں۔

شہید کو بچپن سے ہی خطابت اور تقریر کا بہت شوق تھا۔شہید کی والدہ کہتی ہیں کہ بچپن میں ان کا کھیل منبر و فن خطابت تھا اور دوستوں کو اپنے ارد گرد جمع کرتے اور خود ایک کپڑے کو عمامہ بنا کر اپنے سر پر باندھ لیتے اور مصائب پڑھنا شروع کردیتے اور اسی طرح قرآن کی تلاوت سے بھی ان کو بچپن سے ہی محبت تھی۔

الحمدللہ !ان کی آواز بھی بہت اچھی تھی اور بچپن میں ہی حلال و حرام کی تمیز کرتے تھے۔ نجس اور پاک چیزوں کے حوالے سے بھی بہت دقیق تھے۔جب مڈل سکول میں جشن وغیرہ کی محافل ہوتی تو بہت شوق سے شرکت کرتے چنانچہ انہوں نے اسی دوران فن خطابت بھی سیکھ لیااور اس دور میں بھی اپنے خطاب میں تاریخ اسلام کے مختلف پہلولوگوں کے سامنے بیان کیا کرتے تھے۔اسی طرح گھرکے اندر بھی تمام خاندان کو جمع کرتے اور ان میں تاریخ اسلام پڑھتے تھے۔کالج کے دوران میں آپ علاقے کے مشہور خطیب کے نام سے جانے جاتے تھےاور امام بارگاہوں میں مجالس سے خطاب کرتے تھے۔

محرم الحرام کے ایام میں مسلسل خطاب کرتے تھے اور اس دوران نماز شب بھی پڑھتے تھے بعد ازاں دروس اسلامی اور کالج کے دروس جاری رکھنے کے لئے آپ نے اسکردو شہر کارخ کیا۔آپ ہمیشہ کالج اور اسکول میں اچھے نمبروں سے پاس ہوتے تھے۔

مطالعہ کرنے سے آپ کو خاص لگاو تھا،اکثر اوقات نہج البلاغہ ،حیات القلوب اور حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے۔سیاسی کتابوں کے حوالے سے تحریرو تحقیق میں مصروف رہتے تھے۔آپ انقلاب اسلامی ،حضرت امام خمینی ،رھبر معظم واستاد شہید مطہری سے متعلق دلی لگاو رکھتے تھے ،انقلاب اسلامی سے متعلق کتابوں کا مطالعہ کرتے اور انقلاب اسلامی کو اپنے لئے اسوہ قرار دیتے تھے ،آپ اکثر اوقات بزرگ علماء اور اہل علم کے حضرات کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے ،اسی وجہ سے سکول کے دوران سے ہی سکول اور کل بلتستان میں "آخوند محمد" کے نام سے معروف ہوئے۔

اسی دوران کالج میں (آئی ایس او۔۔امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن پاکستان) جوکہ امامیہ طلبہ تنظیم ہے اس میں شہید نے اپنی فعالیتوں کاآغاز کیا۔ شہید کے آئی ایس اومیں فعالیت کرنے سے بہت سے لوگ مخالف تھے آپ نے ان سب کی پرواکیے بغیر اپناکام جاری رکھا،اوراسی دوران آپ آئی ایس اوکے مسئول بھی بن گئے ،اور اسی وجہ سے آپ کو ان فعالیتوں کی بنیاد پر پر گرفتار کرلیا گیااور سات دن جیل میں قید کرکے رکھا۔آپ نے

جیل سے رہا ہوتے ہی فعالیتوں کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا اور بلتستان کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا۔کالج کی پڑھائی ختم ہونے کے بعد آپ کی شادی اپنے استاد کی بیٹی سے قرار پائی 1990 - ۱۹۹۱ میں آئی ایس او پاکستان بلتستان ڈویژن کے صدر منتخب ہو گئے۔

آپکے ساتھ کالج میں مختلف مکاتب فکر کے طلبا پڑھتے تھے، آپ ان سے مذاہب اور ادیان کے حوالے سے گفتگو کرتے ،اور دوستوں کے ساتھ اہل سنت کے مختلف علماء سے ملاقاتیں کیا کرتے تھے۔

سال ۱۹۹۱ میں جب قائد بلتستان علامہ شیخ محمد علی الغروی کی قیادت میں انتخابات کا بائیکاٹ کیا گیا تو آپ بھی ان کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہو گئے اور بلتستان کے تمام لوگوں کو آگاہ کیا، اس دوران آپ آئی ایس او بلتستان کے بے مثل خطیب اور ڈویژنل صدر تھے اور اپنی فصیح و بلیغ گفتگو سے لوگوں کو انتخابات کے بائیکاٹ کرنے کا اصلی ہدف سمجھاتے رہے۔

یونیورسٹی میں اپ نے علوم انسانی میں داخلہ لیا اور تعلیم جاری رکھی، پڑھائی کے دوران مختلف لوگوں کے ساتھ گروہی شکل میں مختلف شہروں کا دورہ کرتے تھے۔سیاسی فعالیتوں کو جاری رکھنے کی خاطر آپ نے موضوع کو تبدیل کرکے اقتصاد یعنی اکنامکس میں داخلہ لیا اور اسی شعبے میں "ایم اے" کی ڈگری حاصل کی، اسی دوران ۳۲ سال کی عمر میں آپ کے ہاں بیٹی کی ولادت ہوئی۔ "ایم اے" کرنے کے بعد آپ نے مذہبی اور سیاسی فعالیتوں کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور پچیس سال کی عمر میں علوم اسلامی و معارف اہلبیتؑ سے دلی وابستگی کی بنیاد پر حوزہ علمیہ قم (ایران) کا رخ کیا۔

علامہ ڈاکٹر غلام محمد فخر الدین نے حوزہ علمیہ میں آمد کے بعد بزرگ اساتید کے سامنے زانو تلمذ تہہ کئے اور متعدد علوم سے مستفید ہوئے از جملہ استاد۔۔ حضرت آیت اللہ مکارم شیرازی ، حضرت آیت اللہ وحید خراسانی، آیت اللہ غلام عباس رئیسی اور حجۃ الاسلام والمسلمین سید حامد رضوی حفظ اللہ سے کسب علوم محمد و آل محمد کیا۔

شہید تعلیم کے ساتھ ساتھ مذہبی اور سیاسی فعالیت بھی کرتے رہے۔ حوزہ علمیہ میں مختلف پروگراموں میں مختلف مناسبتوں کے عنوان سے لیکچرز دیا کرتے تھے اور مجالس پڑھا کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ مختلف تنظیموں اوراداروں کی سرپرستی بھی کیا کرتے تھے اور ایک بہترین جامع مجلّہ بنام " بصیرت " آپ کی زیر سرپرستی میں شائع ہوتا تھا۔

کالج کے دور میں جب تحریک جعفریہ عروج پر تھی تواس وقت آپ تحریک جعفریہ بلتستان کے سیکرٹری جنرل ،اور امام جمعہ شیخ حسن جعفری کے خزانچی تھے اور جب سے مجلس وحدت بنی تب سے آخر عمر تک مجلس وحدت مسلمین پاکستان کے مرکزی رہنما اور پچھلے دو سالوں سے مجلس وحدت مسلمین شعبہ قم کے سیکرٹری جنرل تھے۔

شہید اپنے اہلِ خانہ کے درمیان

انسان کے حقیقی اخلاق کا پتہ اس کے اہلِ خانہ سے چلتا ہے۔ ہمارے والد محترم ہمیشہ گھر میں ہمارے ساتھ بہت محبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ حتیٰ کہ سب سے چھوٹے بچے کے ساتھ بھی آپ کھیلتے تھے ،اور ہمارے ساتھ ہنسی مذاق کیا کرتے تھے اور اگر ہم میں سے کسی سے غلطی ہو جاتی تو نہایت ملائم انداز میں تھوڑا بہت خفگی کا اظہار کرتے تھے اور جلد ہی یہ ناراضگی ختم ہو جاتی تھی اور اگر کبھی ہم میں سے کوئی ناراض ہو جائے تو فوراً مذاق کرکے ہمیں منا لیتے تھے۔

اکثر اوقات گھر میں مہمانوں کا آنا جانا رہتا تھا، بابا شہید بڑے جوش اور خوش اخلاقی سے مہمانوں کی پذیرائی کرتے تھے۔ ہمیں یاد ہے کبھی بھی دوسروں کے سامنے ہمیں نہیں ڈانٹا۔۔ اگر ہم کسی مہمان کے ہوتے ہوئے اشتباہ کرتے تو مہمانوں کے جاتے ہی ہمیں ہمارے اشتباہات کی طرف اشارہ کرتے اور ہم متوجہ ہو جاتے تھے۔

بابا شہید اپنی ان گنت مصروفیات کے باوجود بہت ہی ہنس مکھ تھے۔ گھر کے اندر فُل ٹائم قاری قرآن تھے ،بعض اوقات ہمیں شوق دلانے کی خاطر قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اور ہم بھی بہت شوق سے سنتے تھے

۔ بابا شہید مداحِ اہل بیتؑ بھی تھے اور مختلف مناسبتوں کے حوالے سے گھر میں قصیدے اور منقبت وغیرہ پڑھتے تھے۔

شہید بابا اپنے والدین کے حوالے سے بھی بہت احترام کے قائل تھے ،اپنی والدہ محترمہ سے ایک پل بھی جدا ہونے کے لئے آمادہ نہیں تھے، یہی وجہ ہے کہ خود جب بھی تبلیغ کے لئے پاکستان جاتے اپنی والدہ کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔وہ اپنی والدہ کی خوشی اور ناراضگی کا حد سے زیادہ خیال رکھتے تھے۔اسی طرح ہمارے بابا شہید ہماری والدہ گرامی یعنی اپنی ہمسر کے ساتھ بھی ایک مہربان دوست کی رح نرمی اور شفقت سے پیش آتے تھے،المختصر یہ کہ بابا کی موجودگی میں ہمارے گھر میں خوشیاں ہی خوشیاں تھیں۔

شہید کی نصیحتیں:

بابا شہید ہمیشہ تحصیل علم میں موفقیت کی خاطر کوشش محنت ۔۔ کرنے کی تلقین کرتے اور ہمیشہ اہداف و مقاصد کی طرف ہماری توجہ مبذول کراتے۔ٹائم پہ نماز پڑھنے کے حوالے سے بہت ہی حساس تھے اور ہمیں وقت پر نماز پڑھنے کے لئے تشویق دلاتے، حلال و حرام کے معاملے میں بھی بہت حساس تھے۔ہمیشہ کہتے تھے کہ دنیا میں کس حد تک مال وثروت ہونی چاہئے اور کس طرح کیسے زندگی گزاری جائے، مہم یہ نہیں ہے کہ ہم دینا میں مال ثروت جمع کریں ،بلکہ مہم یہ ہے کہ ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم نے آخرت کے لئے کتنا اور کیا جمع کیا ہے۔

ہم ہمیشہ کہتے تھے کہ بابا ہمیں شہادت کا بہت شوق ہے، تو بابا کہتے تھے کہ شہادت آسانی کے ساتھ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتی اس کے لئے بھی شرائط اور لیاقت چاہیے ۔ بابا شہید کہتے تھے کہ میرے نزدیک ایک مبلغ شائستہ وہ نہیں کہ اپنی پوری زندگی فقط دروس وغیرہ میں صرف کرے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تبلیغ بھی مہم ہے۔

بابا شہید کہتے تھے کہ انسان جب اس دنیا سے ناگہان طور پر چلا جاتا ہے تو یہ مہم ہے کہ کیسے جاتا ہے اور کیا سعادت ہے کہ کوئی اس دنیا سے شہادت کی صورت مرجائے۔شہید پدر ہمیشہ تواضع اور فروتنی کے ساتھ نصیحت کرتے تھے کہ غرور و تکبر وہ خطا ہے جسکی وجہ سے شیطان کو درگاہ خداوندی سے نکالا گیا، کہا کرتے تھے کہ انسان کی زندگی کا سرمایہ معرفت خدا اور شناخت ہستی ہے،اگر انسان کو معرفت خدا حاصل ہوجائے وہ اپنے لئے راہ ڈھونڈ نکالتا ہے،کہتے تھے اگر موت اور قیامت سے ڈرتے ہو تو اپنے اعمال کی فوراً تصحیح کرو، بابا شہید کہتے تھے موت ہر انسان کا حق ہے جس سے دستبرداری ممکن نہیں۔وہ ہمیں ہمیشہ مذہبی و دینی محافل میں شرکت کے لئے نصیحت کرتے اور وعظ و نصیحت سننے حتیٰ ٹیلی ویژن کے ذریعے سے سننے کی تلقین کرتے ،اکثر ہمارے ساتھ ولایت فقیہ کی اہمیت کے حوالے سے بات کرتے اور ہمیشہ ولایت فقیہ کی پیروی کرنے کی نصیحت کرتے۔آپ جمعے کی نماز میں شرکت کے حوالے سے بہت پابند تھے۔

آپ نے انتہائی سادہ زندگی گزاری اور ہمیں بھی ہمیشہ سادگی کی نصیحت کی، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب ایک دفعہ گھر کے لئے ہم نے صوفے خریدے تو بابا اتنے اداس ہوگئے کہ ہم نے خود ہی صوفے گھر سے اٹھوا دیئے۔

بابا شہید ہمیشہ فرماتے تھے کہ اگر زندگی میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو نماز شب پڑھا کرو،آپ خود بھی تمام مستحبات انجام دیتے تھے، حتّیٰ کہ نیند کے اوقات کے مستحبّات بھی انجام دے کر سوتے تھے۔

شہید کی اپنے اہلِ خانہ کو آخری نصیحت :

اس سال حج کے ایّام نزدیک اانے لگے تو ہمارے گھر والوں نے متعدد موقعوں پر بابا سے کہا کہ اس سال سعودی عرب کے حالات مناسب نہیں ہیں،اگر ہو سکے تو آپ نہ جائیں۔۔ بابا نے کہا ہر دفعہ نہایت اطمینان سے یہی جواب دیا کہ انسان ہر وقت موت کا منتظر ہے ،میں کیسے موت کے تبلیغِ دین کے فریضے کو چھوڑ کر موت کے ڈر سے گھر میں چھپ کر بیٹھ جاوں۔

بابا شہید نے اس مرتبہ پاکستان جانے سے پہلے امّی کو کچھ نصیحتیں کیں، تمام چیزیں امّی کی سپرد کیں اور امّی سے کہا کہ بچوں کے ساتھ مہربانی کے ساتھ پیش آنا اور ہم سب کو دل لگا کر پڑھنے کی نصیحت کی۔

ے پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

آغا جان۔۔۔آپ ایسے ہی تھے۔۔۔نذر حافی

nazarhaffi@gmail.com

موت ایک ایسا موعظہ ہے جو کبھی پرانا نہیں ہوتا۔دنیا کی محبت کو کم کرنے اور مٹانے کا ایک بہترین طریقہ موت کو یاد کرنا ہے،مرنے والا جتنا عظیم ،آفاقی اور پاکیزہ نفس ہوتا ہے،اس کی موت اسی قدر شدّت سے دلوں کی تطہیر کرتی ہے۔ کسی کی موت پر صرف اس کے گھراور محلّے والے اشک بہاتے ہیں اور کسی کی موت سے پورے عالم میں ایک خلا پیدا ہو جاتا ہے۔حجۃالاسلام ڈاکٹر غلام محمد فخر الدّین گزشتہ دنوں جب کربلا سے واپس ایران آئے اور پھر پاکستان جانے لگے تو ہمارے اصرار پر انہوں نے ہماری دعوت قبول کی اور پاکستان جانے سے صرف ایک دن پہلے ہم چند دوست ان کے ارد گرد بیٹھ گئے۔

ہماری جو آخری نشست ان کے ساتھ ہوئی اس میں انہوں نے اس بارے میں گفتگو کی کہ ایک طالب علم کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ کیا پڑھے اور کس سے پڑھے۔یعنی اپنے نصاب اور استاد کا انتخاب سوچ سمجھ کر کرے۔ان کا کہنا تھا کہ تبدیلی کی ضرورت صرف نصاب میں نہیں ہے بلکہ استاد میں بھی ہے۔یعنی پورے نظامِ تعلیم میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔

انہوں نے ہمارے درسی متون میں بہت ساری چیزوں کے حذف و اضافے کی بات کی اور باتوں باتوں میں سوال و جواب کا سلسلہ چل نکلا۔

ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ ہماری آخری ملاقات تھی،البتہ آغا صاحب نے جاتے جاتے ہمیں یہ پیغام دیدیا تھا کہ حقیقی طالب علم بنو!

ان کے ایک قریبی دوست حجۃ الاسلام والمسلمین آقای تقی شیرازی کے بقول قائد شہید علامہ عارف حسین الحسینیؒ کے بعد قم المقدس ایران میں اچھے اور نظریاتی دوستوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے سلسلے میں جتنی بھی کاوشیں ہوئیں ان کے اصلی محرّک حجۃالاسلام ڈاکٹر غلام محمد فخر الدّین تھے اور انہی کی فکر بعد میں ایم ڈبلیو ایم پاکستان کی صورت میں مجسّم ہو کر سامنے آئی۔

یہ حسنِ اتفاق کی بات ہے کہ گزشتہ روز ایم ڈبلیو ایم قم کے قائم مقام سیکرٹری جنرل حجۃ الاسلام گلزار احمد جعفری کے ہمراہ مجھے حجۃ الاسلام ڈاکٹر محمد علی رضائی اصفہانی[1] سے ملاقات کا موقع ملا۔

حجۃ الاسلام ڈاکٹر محمد علی رضائی اصفہانی ان کے ستاد ہیں،ان کا کہنا تھا کہ انہیں دس سالوں سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے کہ وہ حجۃالاسلام ڈاکٹر غلام محمد فخر الدّین کو قریب سے جانتے ہیں۔انہوں نے اس موقع پر حجۃالاسلام ڈاکٹر غلام محمد فخر الدّین کی کچھ خصوصیات کا ذکر کیا،جو اس وقت نذر قارئین ہیں:

۱۔ تعلیمی سر گرمیوں میں صفِ اوّل میں شمار ہوتے تھے

ان کے استادِ بزرگوار کا کہنا تھا کہ وہ اپنی پڑھائی میں ہمیشہ آگے آگے رہے کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ انہوں نے فرصت یا مہلت مانگی ہو۔اس لحاظ سے وہ دوسروں کے لئے نمونہ عمل تھے۔

۲۔ حقیقی مبلغِ اسلام تھے۔

ان کے استاد گرامی کے بقول وہ تبلیغِ اسلام کو اپنی ذمہ داری سمجھ کر محنت کرتے تھے اور ہزاروں مبلغین کے درمیان ممتاز تھے۔

۳۔ترجمہ وتالیف

---

[1] حجۃ الاسلام ڈاکٹر محمد علی رضائی اصفہانی،ایران کی ایک نامی گرامی علمی شخصیت ہیں اور ان دنوں قم المقدس میں مدرسہ عالی امام خمینی میں مدرسہ عالی قرآن و حدیث ،دانشگاہِ مجازی المصطفیٰؐ سمیت متعدد تعلیمی و تحقیقی اداروں کی سرپرستی کر رہے ہیں۔

وہ ترجمے اور تالیف کے کاموں کو بھی عین عبادت اور اوّلین فریضہ سمجھ کر خلوص کے ساتھ انجام دیتے تھے۔

۴۔ادب و احترام

ادب و احترام ان کی ایک ایسی صفت ہے جس کا اعتراف شہید کے تمام جاننے والوں اور استادوں نے کیا ہے۔ڈاکٹر محمد علی رضائی اصفہانی نے بھی کہا کہ جیسے جیسے ان کے علمی مدارج طے ہوتے گئے وہ اخلاقی طور پر بھی نکھرتے چلے گئے۔

۵۔ظاہری آراستگی اور خوبصورتی

انھوں نے کہا کہ شہید انتہائی منظّم اور لطیف مزاج تھے۔چانچہ ظاہری طور پر بھی ہمیشہ خوبصورت لباس زیبِ تن کرتے اور بن سنور کر رہتے۔

٦۔نیک اولاد کی تربیّت

بہت سارے لوگ اپنی ذات تک محدود رہتے ہیں اور یا پھر اجتماعی کاموں میں اپنی اولاد کی تربیّت سے غافل ہو جاتے ہیں۔لیکن شہید نے نیک اور بہترین اولاد کی تربیّت کی ہے۔

۷۔عطیہ خداوندی

ان کے استادِ بزرگوار کا کہنا تھا کہ اگرچہ وہ آلِ سعود کے ظلم کا نشانہ بنے ہیں اور ہمیں اس بات پر افسوس ہے لیکن وہ روئے زمین پر سب سے مقدس مقام مِنیٰ میں مقدس ترین لباس میں اور مقدس ترین دن شہید ہوئے ہیں،جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اللہ کے خالص بندوں اور اولیائے الٰہی میں سے ہیں۔

آخر میں، میں بھی بس اتنا ہی کہوں گا کہ جس شخص کا مقام اپنے استادوں کی نگاہ میں اتنا بلند ہو کہ استاد اس پر رشک کریں،جو اپنے دوستوں کے درمیان اتنا محبوب ہو کہ دوست اس پر فخر کریں،جو اپنے شاگردوں کے اتنے قریب ہو کہ شاگرد اسے اپنا روحانی باپ سمجھیں۔۔۔اور سب سے بڑھ کر جو اسلامِ حقیقی اور ولایتِ فقیہ کا

حقیقی مبلّغ ہو اس کے راستے کو علمی و عملی طور پر آگے بڑھانا، اس کے چھوٹ جانے والے کاموں کو مکمل کرنا ہر اس شخص پر لازم ہے، جو موت کو اپنے لئے ایک موعظہ سمجھتا ہے اور جسے یقین ہے کہ زندگی ایک مختصر سی فرصت ہے۔

آقا فخر الدّین واقعتاً ایسے ہی تھے، انہوں نے زندگی کے لمحات سے صحیح فائدہ اٹھایا اور جو لوگ زندگی کے لمحات کو صحیح استعمال کرتے ہیں، استاد ان پر رشک کرتے ہیں، دوست ان پر فخر کرتے ہیں اور زمانہ ان کا احترام کرتا ہے۔

شہید ڈاکٹر فخر الدین۔۔۔عاشق حسین آئی آر

انسان کی زندگی میں کچھ حادثے اور کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں کہ جو انسان کے قلب و احساس پر گہرے نقوش چھوڑ دیتی ہیں۔ انسان چاہے بھی تو اُن کو فراموش نہیں کر سکتا۔ ساری زندگی وہ انسان کے دل و دماغ میں موجود رہتی ہیں۔ تاریخ ایسی شخصیات اور ایسے حادثوں سے بھری پڑی ہے۔ اگر یہ حادثے تازہ ہوں تو درد و رنج بھی تازہ ہوتا ہے، انہی تاریخی حادثوں میں سے ایک حادثہ، فاجعہ منی ہے، جس نے نہ صرف عالم اسلام کو متاثر کیا بلکہ ہر صاحب شعور چاہے کسی مذہب و مسلک سے اُس کا تعلق ہو اور جو انسانیت کو سب سے بڑا مذہب و مکتب سمجھتا ہو، متاثر ہوا ہے۔

فاجعہ منی میں سات ہزار حجاج کرام کہ جن کو مہاجر الی اللہ کہا جاتا ہے، کا شہید ہونا، پوری ملت و اسلام کے لیے باعث درد و الم بنا اور اس سے پوری ملت اسلام کو بہت بڑا نقصان ہوا چونکہ اس میں کچھ شخصیات ایسی تھیں جو کہ بین المللی تھیں اور جن کی ابھی انسانیت کو بہت ضرورت تھی۔

اُن شخصیات میں سے ایک شخصیت مہاجر الی اللہ، عالم مبارز، استاد بزرگ، خطیب توانا، دوست مخلص، مدافع ولایت فقیہ، مبلغ اعظم، انسان دوست، شہید ڈاکٹر غلام محمد فخر الدین تھے۔

غلام محمد فخر الدین شہید کسی تعارف کے محتاج نہیں، چونکہ وہ ایک ہمہ جانبہ — Multi-dimensional personality- تھے۔ علاقائی سیاست ہو یا قومی اور بین الاقوامی سیاست، داخلی ایشوز (issues) ہوں یا خارجی۔ تعلیم و تربیت کے مسائل ہوں یا فرہنگی و اجتماعی ہر میدان میں وہ صف اول میں نظر آتے تھے، شہید کا تعلق پاکستان کا پسماندہ اور دُور افتادہ علاقہ گلگت بلتستان تھا۔ شہید اپنے بوڑھے والدین کا اکلوتا بیٹا اور اکلوتا سہارا تھا۔ شہید نے اپنی زندگی کی ابھی ۴۴ بہاریں بھی پوری طرح نہیں دیکھی تھیں۔ اس دار فنا سے دار بقا کی

طرف لبیک ا۔۔۔ لبیک کہتے ہوئے قضائے الٰہی کو لبیک کہہ دیا اور اپنے فیملی پسماندگان کے علاوہ ہزاروں لوگوں کو سوگوار چھوڑ گئے۔

کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ہمیں یوں ہی اچانک شہید کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کھونا پڑے گا۔

کہاں خبر تھی چمن یوں اُداس ہو جائے

یوں تجھے کھونے کا بے حد ملال باقی ہے

شہید سے بندہ حقیر کی ملاقات ایران کی مقدس سرزمین قم المقدس، جوار حرام معصومہ (س) میں دفتر مجلس وحدت المسلمین میں چار سال قبل ہوئی تھی پہلی ہی ملاقات میں مجھے احساس ہوا تھا کہ یہ ایک معمولی عالم نہیں، اُن کی گفتگو، ان کا اخلاق، بات کرتے ہوئے لبوں پر دائماً ایک میٹھا سا تبسم یہ سب کچھ ایسا تھا کہ میں اُن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے پر مجبور ہوا اُسی وقت میرے ساتھ آقائے شاہد حسین عرفانی جو کہ رشتے میں میرے لگتے ہیں، ساتھ اور وہ مسلسل شہید مظلوم بلا جھجک گپ لگا رہے تھے، میں نے فرصت ملتے ہی اُن سے پوچھ لیا کہ یہ آغا صاحب کون ہیں اور کہاں سے ان کا تعلق ہے۔ تو ماموں نے تعجب سے کہا: عجیب ہے آپ ان کو نہیں جانتے، مجھے بڑی شرمندگی ہو رہی تھی میں نے اثبات میں سر ہلا دیا، پھر ماموں شہید سے مخاطب ہوئے اور کہا یہ ہر دلعزیز، عالم مبارز، غلام محمد فخر الدین صاحب ہیں اور اُن کا تعلق گلگت بلتستان سے ہے۔ اور پھر میری طرف اشارہ کرکے فرمایا یہ میرا بھانا ہے عاشق حسین، علامہ راجہ ناصر عباس جعفری صاحب کے شاگرد خاص ہیں۔ پھر شہید مجھ سے مخاطب ہوئے اور بڑی اپنائیت سے کچھ سوالات کیے۔ اُن کے ساتھ ایک اور شخص بزرگوار بھی تھے اُن سے بعد میں تعارف ہوا وہ آقائے حسن باقری صاحب تھے۔ ماموں شاہد حسین عرفانی نے بعد میں بتایا ان دونوں کی جوڑی بہت پکی ہے۔ بڑے صمیمی دوست ہیں بلکہ کہا: یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں جہاں فخر الدین صاحب ہوں گے وہاں حسن باقری صاحب اور بر عکس آپ کو نظر آئیں گے۔

اس پہلی ملاقات میں ہی قلباً میں اُن کے بہت قریب ہو چکا تھا۔ آہستہ آہستہ شہید سے مختلف جگہوں پر ملاقائیں ہو تیں رہیں بلکہ ڈاکٹر کرار کے گھر کئی دفعہ اُن سے خصوصی گفتگو کرنے کا موقع ملا۔ گلگت بلتستان کے مسائل پر ہماری اکثر اوقات گپ شپ ہوتی رہتی تھی یہاں تک کہ آغا شہید MWM قم کے سیکریٹری جنرل منتخب ہوئے۔ دفتر میں اُن سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ شہید نے ایک دن دفتر میں بلایا اور شعبہ رواط و شعبہ سیاسیات کی مسئولیت سنبھالنے کا کہا۔ میں نے صاف الفاظ میں معذرت کی پر شہید نے میری باتیں سُنی ان سنی کردیں اور مجھے بالآخر اس مسئولیت کو انتخابات کے نتیجے میں قبول کرناپڑی یوں شہید کے ساتھ مل کر دفتر میں کام کرنے کا موقع ملا۔

یہاں تک کہ کہ ایک شب شہید نے موجودہ سیکرٹری وحدت قم گلزار جعفری صاحب، مجھے اور کچھ اور دوستوں کو بلایا، کافی گپ شپ ہوئی۔ انہوں نے اپنی ساری ذمہ داریاں گلزار جعفری صاحب کو سونپی، دفتری کاموں کو بطریق احسن انجام دینے کی نصیحت کی، کہاکہ وہ کافی لمبے عرصے کے لیے عازم پاکستان ہیں۔ جب میں نے اُن سے پوچھا آغا آپ دوبارہ کب تشریف لائیں گے، تومسکرا کر فرمایا، آگے کا کچھ پتا نہیں، انشاء اللہ اگر زندگی رہی تو دوبارہ ملاقات ہوگی۔ بہرحال شہید کو رات کے تقریباً ایک بجے ہم نے خداحافظ کہہ دیا۔ میں نے اُن سے کہا آقا اگر اجازت ہو تو میں آپ کو موٹرسائیکل پر گھر چھوڑ دوں، کافی دیر ہو چکی ہے تو آقا نے فرمایا نہیں مختار مطہری صاحب مجھے گھر ڈراپ کریں گے، آپ چلے جائیں۔ مختار مطہری آفس سیکریٹری تھے۔ آغا شہید اُن سے بے حد پیار کرتے تھے۔ حتیٰ آخری دنوں میں بھی whatsupp پر سعودیہ سے مختار مطہری صاحب سے رابطے میں تھے۔ میں خداحافظ کرکے گھر آیا لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ شہید آغا سے میری آخری ملاقات ہوگی اور یوں پردیس میں جاکر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہ واپس نہیں آئیں گے۔

توجو پردیس میں جاکر نہیں آیا واپس

زبان گنگ ہے تیرا خیال باقی ہے

معصوم (ع) سے روایت ہے "واذامات العالم ثُلم فی الاسلام ثلمۃ لایسدُّھا شئی الی یوم القیامۃ" معصوم (ع) فرماتے ہیں جب کوئی عالم اس دنیا سے چلا جاتا ہے تو اسلام میں ایک ایسی دراڑ پڑ جاتی ہے، ایسا خلا واقع ہوتا ہے کہ قیامت تک اُس خلا کو کوئی چیز پُر نہیں کر سکتی۔

شہید ڈاکٹر فخر الدین اس حدیث کے کماحقہ مصداق اتم تھے۔ شہید اخلاق میں ، شجاعت میں، خلوص میں، پرہیزگاری میں، اُنس و محبت میں، عمل میں ، کوشش وتلاش میں، سیاست میں صداقت میں امانت میں، سخاوت میں، تعلم وتربیت میں، قومی مسائل میں، عقاید میں، تزکیہ نفس، کوئی بھی مشکل اور ایشو ہو سب سے آگے نظر آتے تھے۔ سانحہ پنڈی ہو یا سانحہ کوہستان، سانحہ راولپنڈی ہو یا سانحہ تفتان سور یا کی جنگ ہو یا عراق و یمن، مسئلہ نصاب ہو سانحہ ۱۹۸۸، مشکل کی ہر گھڑی میں ظلم و استبداد کے خلاف اپنی آواز بلند کرنا ضروری سمجھتے تھے اور عملاًہر میدان میں موجود ہوتے تھے، وہ اپنی سیاسی بصیرت اور شجاعت میں منفرد تھے۔

تو منفرد تھا شجاعت میں شرافت میں

ہر ایک زبان پر تیری مثال باقی ہے

اُن کی شخصیت میں اعتدلال تھا اگرچہ وہ کام مجلس وحدت المسلمین میں کرتے تھے لیکن کبھی بھی اپنی زبان سے، اپنے عمل واخلاق سے کسی اور کو اذیت نہیں کی یہی وجہ ہے کہ آج اس غم میں ہر پارٹی سے تعلق رکھنے والے مذہبی اور سیاسی لوگ اس غم میں برابر کے شریک ہیں وہ عملاً ہر چیز سے بالاتر ہو کر اخوت، محبت اور بھائی چارے کے قائل تھے۔

نہج البلاغہ اور قرآن سے اُسے ایک منفرد لگاؤ تھا۔ مجتمع عالی امام خمینی میں باقاعدہ نہج البلاغہ کی تدریس کرتے تھے۔ امام علی (ع) نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں "خالطوا الناس مخالطۃ اِن متّم معھا بکوا علیکم وان عشتم حَنو

الیکم" امام فرماتے ہیں لوگوں کے بیچ اس طرح سے زندگی گزارو، اگر مر جاؤ تو لوگ تم پر گریہ کریں اور اگر زندہ رہو تو لوگ آپ کی زیارت کے مشتاق ہوں۔

شہید امام (ع) کے اس قول کے واقعاً مصداق تھے۔اُن کی شہادت کے بعد آج ہزاروں لوگ اُن پر گریہ کرتے ہیں اُن کے لیے کف افسوس ملتے ہیں اور جب تک وہ زندہ تھے مجھ جیسے حقیر، اُن کی زیارت کے مشتاق رہتے تھے، وہ ہمیشہ دفتر میں کہتے تھے کہ جو بھی بات کرنے ہی اخلاق کے دائرے میں رہ کر کریں تاکہ آپ کے عمل اور زبان سے کسی کو اذیت نہ ہو۔

دفتر میں اُن کے ساتھ بیٹھ کر بات کرنا، سیاسی فرہنگی اور دوسرے قومی مسائل کے اُوپر اُن سے گفتگو کرنا ہمیشہ ہماری آرزو ہوا کرتی تھی۔اُن کے ساتھ بیٹھنا ہم اپنے لیئے باعث شرف اور افتخار سمجھتے تھے۔

جیسا کہ معصوم فرماتے ہیں مجالسہ اہل الدین شرف الدنیا والآخرہ (کافی، ج۱، ص ۳۸) اہل دین (علماء) کے ساتھ معاشرت دنیا اور آخرت دونوں میں باعث شرف وافتخار ہے، شہید بہ عنوان ایک عالم دین ایسے ہی تھے کہ ہم اُن کے ساتھ بیٹھنا اپنے لئے باعث افتخار اور شرف سمجھتے تھے۔

شہید کی شہادت سے نہ صرف اُن کے بچے اپنے شفیق باپ سے محروم ہوئے والدین نہ صرف اپنے اکلوتے بیٹے کو کھو چکے ہیں، طلباء نہ صرف اپنے مخلص اُستاد کو کھو چکے ہیں بلکہ پورے مکتب تشیع کو بڑا نقصان ہوا ہے، خاص طور پر مجلس وحدت مسلمین کو بہت بڑا نقصان ہوا ہے چونکہ وہ وحدت المسلمین کے اثاثی ستونوں میں سے ایک تھے۔اس طرح سرزمین بے آئین ۶۸ سالوں سے اپنے سیاسی، آئینی اور انسانی حقوق سے محروم، گلگت بلتستان کی عوام کو بہت بڑا نقصان ہوا ہے چونکہ مجھ جیسے کئی لوگ اُن کو گلگت بلتستان کا آئندہ اور مستقبل سمجھتے تھے اور میرے سمیت کئی مجھ جیسوں کو اُن سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔

چلا گیا ہے تو محفل سے اے اُمید شمال

قوم کی تقدیر کا سوال ابھی باقی ہے

اُن کی شہادت سے گلگت بلتستان اپنے ایک عظیم فرزند اور قائد سے محروم ہوا ہے۔

درد میں ڈوبا ہے گلشن تمہارے فرقت میں

تیرے افکار کا جاہ وجلال باقی ہے

شہید جس طرح سے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں منفرد تھے جس طرح سے شجاعت و سخاوت و عبادت، اخلاص و عمل اور اخلاق میں دوسروں سے الگ تھے، شہادت میں بھی دوسروں سے منفرد رہے، اور مہاجر الی اللہ کا شرف حاصل کیا اور قرآن کی اس آیت کے حقیقی مصداق ٹھہرے: ومن یخرج من بیتہ مہاجراً الی اللہ ورسول، ثم یدرکہ الموت فقد وقع اِجرہ علی اللہ وکان اللہ غفوراًرحیما (سورہ نساء، آیت ۱۰۱) اور جو شخص خدا کی راہ میں گھر بار چھوڑ جاتے ہیں وہ زمین میں بہت سی جگہ اور کشائش پائے گا اور جو شخص خدا اور رسولؐ کی طرف ہجرت کرکے گھر سے نکل جائے پھر اُس کو موت آ پکڑے تو اُس کا ثواب خدا کے ذمے ہو چکا اور خدا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

ایک عالم دین، عالم مجاہد اور مبارز ہونے کے ناطے وہ کبھی ایک جگہ نہیں رکتے تھے ہمیشہ مسلسل سفر میں ہوتے تھے اور اکثر تبلیغ دین کے سلسلے میں ہمیشہ سفر پر ہوتے تھے۔

قم سے چار پانچ ماہ پہلے تبلیغ کے لیے پاکستان گئے تھے۔ اُن کے بچے قم میں تھے اور ابھی بھی یہی پر ہیں، ان چار پانچ مہینوں میں اُن کو ایران آنے کی فرصت ہی نہیں ملی، تبلیغ میں موفق اور کامیاب تھے اور اس کی وجہ اُس کی بصیرت اور اخلاق تھا اُن کی شخصیت میں ایک خاص قسم کی کشش تھی وہ جو بات کرتے تھے وہ دل میں اُتر جاتی تھی چونکہ وہ عالم باعمل تھے اور کوئی بھی جب اُن سے ملتا تھا متاثر ضرور ہوتا تھا

جہاں جہاں سے تو گزرا تھا ہر طرف پھیلا

تیرے کردار کا حسن و جمال باقی ہے

لیکن افسوس آلِ یزید (لعن) نے اس مرد حر اور مرد مجاہد کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا کر دیا۔ خدا اس خبیث نسل (آلِ یزید) کو دنیا اور آخرت میں ذلیل و رسوا کرے اور اُن کو اُن کے منطقی انجام تک پہنچا دے اور شہید کے درجات کو بلند فرمادتے اور شہید کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

شہید راہ حق تمہاری عظمتوں کو سلام

آلِ یزید (لعن) کا ابھی زوال باقی ہے

بہت سارے دوستوں نے شہید کے بارے میں تفصیلاً لکھا لیکن چند اشعار جو میں نے شہید کے بارے میں لکھے ہیں آپ کے حضور عرض کرتا ہوں شاید آپ کو بھی ایک آدھا ٹوٹا پھوٹا شعر اِن اشعار میں سے پسند آجائے اور مجھے دعا دیں، یہ اشعار شہید کے بارے میں میرے جذبات اور احساسات کی ترجمانی کرتے ہیں:

میرے عظیم برادر میرا سلام تجھ پر

فخر دین قوم کے یاور میرا سلام تجھ پر

تیرے بچھڑنے کا انداز کچھ الگ ہی رہا

اے عزم و صبر کے پیکر میرا سلام تجھ پر

قوم وملت کو تمہاری بہت ضروری تھی

اے حوصلوں کے سمندر میرا سلام تجھ پر

بہت امیدیں تھیں وابستہ تم سے اے بھائی

تو تھا ارمانوں کا محور میرا سلام تجھ پر

تمہاری جرأت و ہمت تمہارا حسن سلوک

محبتوں کے پیمبر میرا سلام تجھ پر

کسے خبر تھی کہ ایک پل میں سب ختم ہو گا

نہیں ہوتا ہمیں باور میرا سلام تجھ پر

تیرے بغیر گلستان میں گھپ اندھیرا ہے

کہاں سے لائیں تجھے گھر میرا سلام تجھ پر

ڈاکٹر غلام محمد فخر الدّین۔۔۔رکنے نہ پائیں یہ قدم۔۔۔سجاد احمد مستوئی

sajjadahmadmastoi@gmail.com

تاریخی کرداروں کو مسخ اور مبہم کرنا ایک پرانا عمل ہے۔ خصوصا بنوامیہ و بنوعباس نے دینِ اسلام کی متعدد عظیم شخصیات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔مثلا حضرت بہلولؒ کو ایک دیوانہ بنا کر پیش کیا کہ جو صرف لکڑی کے گھوڑے پر سوار ہو کر گھومتا رہتا ہے درحانکہ ایسا نہیں ہے حضرت بہلولؒ اپنے دور کے ایک بہت بڑے عالم و فقیہ انسان تھے اوران کی باتیں ان کی فقاہت پر کھلی دلیل ہیں۔

اسی طرح حضرت میثم تمارؒ کو ایک ایسے شخص کے طور پر پیش کیا گیا کہ جس کا کام صرف علیؑ علیؑ کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں تھا۔افسوس اس بات کا ہے کہ ہم نے بھی ان باتوں کو قبول کر لیا ہےاور آج ہمارے منبروں سے بھی صرف اتنا بتایا جاتا ہے کہ حضرت میثم تمارؒ علیؑ علیؑ کیا کرتے تھے اور علیؑ کی محبت میں انہیں پھانسی دی گئی،اور کہا جاتا ہے کہ تمھارے لیے بھی بس علیؑ علیؑ کہنا کافی ہے۔

حالانکہ ایساہرگز نہیں ہے میثم تمارؒ اپنے دور کے فقیہ اور زیرک و باعمل انسان تھے،وہ اس دور میں امام علیؑ کی ولایت کی بات کرتے تھے ن یعنی ظام ولایت کے نفاذ کی بات کرتے تھے اور لوگوں کو بتاتے تھے کہ یہ جو حکومت پر قابض ہیں یہ حکومت ان کی نہیں بلکہ علیؑ اور اولاد علیؑ کا حق ہے، تمھارااس حکومت کو تسلیم کر لینا ظالم کاساتھ دینے کے مترادف ہے،اٹھواس وقت کےیزید کے خلاف قیام کرو۔

وہ وقت کے حاکم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے تھے، وہ صرف حضرت علیؑ سے زبانی کلامی محبت نہیں کرتے تھے بلکہ امام علیؑ سے محبت کے تقاضے پورے کیا کرتے تھے۔وہ فقط تنقید کرنے، دوسروں کی

خامیاں نکالنے اور حکومت پر کیچڑ اچھالنے کے بجائے نظام ولایت میں سانس لینے کی بات کرتے تھے۔ یہی بات تھی کہ جو جناب میثمؒ کے دشمنوں کو پسند نہیں تھی۔

ایک مثال دے کر اپنی بات واضح کرتا چلوں کہ آج کا یزید آل سعود اور اس کے چیلے جو پاکستان پر حکومت کر رہے ہیں وہ بے عمل لوگوں پر پابندیاں نہیں لگا رہے، دشمن آج بھی یہ دیکھ کر پابندی لگاتا ہے اور قتل کرواتا ہے کہ کون ہے جو واقعتاً نظامِ ولایت کے نفاذ کے لئے میدانِ عمل میں ترا ہوا ہے اور کون ہے جو صرف علیؑ علیؑ کرنے تک محدود ہے۔

حقیقی پیروان ولایت سے کل کی طرح آج بھی طاغوت ڈرتا ہے، ہے آج بھی اگر کوئی میثمؒ تمّار کی مانند باعمل ہو تو اسے سولی پر چڑھا دیا جاتا ہے اور دشمن اسے اپنے راستے سے ہٹانے کے لئے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے۔

حال ہی میں کئی میثمِ تمّار سانحہ مِنیٰ کی اوٹ میں شہید کئے گئے اور ان میں سے ایک بڑا نام حجۃ الاسلام غلام محمد فخر الدین کا ہے۔ ڈاکٹر غلام محمد فخر الدین ایک عالم با، عمل بابصیرت مدبر و مفکر انسان تھے، وہ میثم تمارؒ کی طرح اس دور میں نظام ولایت کی بات کرتے تھے، وہ علیؑ کی محبت کے تقاضوں کو پورا کر رہے تھے، وہ آج کے دور کے یزید کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے تھے اور لوگوں کو اس دور کے یزیدوں امریکہ و آل سعود کا مقابلہ کرنے کی دعوت دیتے تھے، انہوں نے اپنے آپ کو وقت کے تقاضوں کے مطابق تیار کیا ہوا تھا، وہ ایک برجستہ خطیب تھے جن کی تقریریں ایوانوں حکومت میں بیٹھے ہوئے یزیدوں پر لرزہ طاری کر دیتی تھیں، یہی وجہ تھی کہ اس دور کے یزید آل سعود نے مکاری کے ساتھ ڈاکٹر غلام محمد فخر الدین کو ہم سے جدا کیا۔ عینی شاہدین کی گواہی اور ان کی میت کا نہ دینا اور آخر میں ان کی تصویر دے کر یہ کہہ دینا کہ وہ شہید ہو گئے ہیں، ہم نے انہیں دفنا دیا ہے، یہ سب کچھ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مِنیٰ میں حاجیوں کے ہجوم میں شہید نہیں ہوئے بلکہ ان کو تشدد کے ساتھ شہید کیا گیا۔

جاتے جاتے ڈاکٹر صاحب میثم تمارؒ کی طرح ہمیں نظام ولایت کے پرچار کا درس دے گئے ہیں،ڈاکٹر صاحب کی یاد کو حقیقی معنوں میں باقی اور زندہ رکھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہم ڈاکٹر صاحب کے راستے کو طے کرتے ہوئے آگے بڑھیں۔۔۔

رکنے نہ پائیں یہ قدم۔حی علی خیر العمل

شہید کی چوالیس سالہ زندگی۔۔۔محمد جان حیدری

22 نومبر 1971 کو سکردو کے نوحی گاوں قمراہ میں پیدا ہوئے،ابتدائی تعلیم قرآن مجید اپنے والد بزرگوار کے پاس حاصل کیا،مروجہ تعلیم کی ابتداء قمراہ میں کی پھر ہائی سکول سکردو سے میٹرک اور ڈگری کالج سکردو سے ایف ایس سی مکمل کی اسی دوران امامیہ اسٹوڈنس آرگنایزیشن پاکستان بلتستان ڈویژن کے صدر منتخب ہوئےاور تحریک جعفریہ پاکستان میں عضو فعال کے طور پر کام کیا۔

میٹرک کے بعد آئی ایس او سمیت بلتستان کے مختلف تنظیمی اور عوامی پروگراموں میں تقاریر کا آغاز کیا،آپکی خلاقیت ،تدین ،اور دینی جزبے کی محوریت میں بچپن سے ہی لوگ آپ کو اخوند کہہ کر پکارتے تھے،آپ کی غیر معمولی صلاحیتوں اور دینی تعلیم کے شوق کی بنیاد پر بزرگان اور تنظیمی دوستوں نے آپ کو عش آل محمد کی طرف روانہ کیا،آپ حوزہ علمیہ قم میں کچھ عرصہ غیر اقامہ رہنے کے بعد مدرسہ خاتم النبین اور پھر مدرسہ امام میں اپنی تعلیمی زندگی کا آغاز کیا۔

مرکز جہانی علوم اسلامی (موجودہ جامعۃالمصطفیٰ) کی تعلیم کے ساتھ مقدمات سے اتمام کفایہ تک اپنی مدد آپ جناب استاد العلماء حضرت آیت اللہ غلام عباس رئیسی ، استاد حوزہ حضرت حجۃالاسلام والمسلمین سید حامد رضوی،اور ابتدائی تعلیم آپ کے صمیمی دوست حجۃالاسلام والمسلمین شیخ عبدالکریم قاسی کے پاس حاصل کیا

آپ نے مدرسہ امام خمینی میں کارشناسی ،ارشد ، پی ایچ ڈی کیساتھ حوزیہ علمیہ قم کے برجستہ اساتید کے فقہ ،اصول، تفسیر،کے دروس خارج اور نہج البلاغہ ،کلام ،فلسفہ ،رجال میں متخصص اساتیذ سے استفادہ کیا۔

آپ نے کارشناسی مکمل کرنے کے بعد مسلسل تبلیغی سفر کا آغاز کیا اور آخری دس سالوں میں آپ ماہ معظم شعبان سے صفر المظفر تک بلتستان، لاہور، اور ایام حج میں آل محمد کے عقیدتی قدروں کی حفاظت کیلئے تبلغ میں مصروف عمل رہے۔

آپ نے دوسال پسرور سیالکوٹ میں تدریسی اور تبلیغی خدمات انجام دیئے۔ گلگت بلتستان سے مذہب حقہ کے ترجمان شہید راہ ولایت سید ضیاء الدین رضوی نے اصلاح نصاب تحریک کا آغاز کیا تو سیلقہ اور نظریاتی اختلاف کے باوجود آپ نے روز اول سے آپ کی شہادت تک تمام تر مشکلات، تہمتیں اور مخالفتیں مول کر اس عظیم تحریک کا ساتھ دیا اور آج تک ہر مناسب موقع پر سید ضیاء الدین کے فکری اور عقیدتی وارث ہونے کے ناطے اصلاح نصاب کی تحریک کی پرچار کرتے رہے۔

آپ پاکستان کے سیاسی، اجتماعی مسائل میں رہبر معظم انقلاب کے مشاور تھے اور 2013 اگست میں المصطفیٰ انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی کی علمی کمیٹی کے رکن بنے۔

آپ 2011 سے 2013 تک مجلس وحدت مسلمین شوری عالی قم کے صدر جبکہ 2013 سے جون 2015 تک سیکٹریری جنرل اور اسی طرح موسسہ فرہنگی طلاب پاکستان کے رکن اور بصیرت آرگنائزیشن پاکستان کے سرپرست اعلی رہے۔

آپ کو پی ایچ ڈی مکمل کرنے کے بعد المصطفیٰ انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی کی طرف سے لبنان یا عراق میں بطور نمایندہ جانے کی آفر کی گی تھی لیکن آپ نے پاکستان باالاخص بلتستان میں ایک مثالی تعلیمی اور تحقیقی ادارے کا قیام اور اس میں فعالیت کرکے قوم وملت کی خدمت کے عزم کا اظہار کیا تھا۔

آپ نے بعنوان خطیب پاکستان کے مختلف شہروں، تعلیمی اداروں سمیت باب العلم فاونڈیشن کے زیر اہتمام انٹر نیشنل خمسہ محرم نیز حرم امام رضا علیہ السلام اور حرم حضرت معصومہ سلام اللہ علیھا میں مختلفؑ مناسبتوں میں خطاب کرتے تھے۔

آپ کی 2000 سے زاید مختلف موضوعات پر ویڈیو اور آڈیو تقاریر موجود ہیں جن کو مرتب کرکے آیندہ نسلوں تک شہید کے افکار کو منتقل کر سکتے ہیں۔

آپ نے 58 عربی ،فارسی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کتب میں موجود نکات قوت کی محوریت میں ولایت فقیہ کے موضوع پر اردو میں درسی کتاب مرتب کی جو انشاء اللہ بہت جلد منظر عام میں لائی جاے گی اس کے علاوہ مہدویت صحاح ستہ اور کتب اربعہ کی نظر میں ، مکتب قرانیوں کا تاریخی پس منظر، زندگی کی مہارتیں، مہدویت اور انسان کا مستقبل، قرآنی طرز زندگی، پر کتابیں لکھی۔

آپ نے مکتب قرانیون کا تنقیدی جائزہ قرآن اور سنت کی روشنی میں ،،کے موضوع پر پی ایچ ڈی مقالہ لکھا جو المصطفیٰ اسلامک یونیورسٹی شعبہ تحقیق و تالیف کی طرف سے کتاب کی شکل میں چھاپا جاے گا۔

آپ حوزیہ علمیہ قم کے طلاب کے لئے علمی ، فکری اور تربیتی باپ تھے جب بھی کوئی طالب علم اپنی مشکل کے حل کیلیے آپ سے رابطہ کرتے تھے تو ہمیشہ آپ کو معاون ومددگار پاتے۔

آخرکار 44 سال کی بابرکت ۔ مجاہدانہ ، علمی ، فکری ،سیاسی ،اجتماعی اور تدریسی و تبلیغی زندگی بسر کرنے کے بعد کربلا معلیٰ، کاظمین ، مشہد مقدس اور سرزمین وحی وبیت اللہ کی زیارت کے بعد احرام کی حالت میں آل سعود کی بدانتظامی اور بے مدیریتی کے نتیجہ میں عالم غربت میں و من یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ۔۔۔کا مصداق قرار پاے۔

آپکی المناک شہادت پر اساتیذ اور دوستوں کے تاثرات :

حضرت آیت اللہ اعرافی دامت برکاتہ وائس چانسلر المصطفیٰ اسلامک یونیورسٹی ایران

ہمارے برادر عزیز جناب ڈاکٹر فخرالدین در حقیقت حوزیہ علمیہ قم کے بارز ثمرات ،اور علمی ، فکری اور اجتماعی حوالے سے نابغہ روزگار اور جامع شخصیت کے حامل تھے انکی شہادت سے ملت اسلامیہ ایک عظیم مجاہد، مبارز

، زمان شناس ، اور بابصیرت عالم دین سے محروم ہوئی ہے ان کی تجلیل اور انکے آثار اور افکار کی حفاظت ملت حقہ کی خدمت اور امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کی خوشنودی کا باعث ہے

ان کی اولاد ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں اور انکی تعلیم وتربیت میں کسی قسم کی کوتائی نہیں کی جائے گی

حضرت حجۃالاسلام والمسلمین شاکری (المصطفیٰ کلچرل ڈیپارٹمنٹ کے چیرمین)

برادر بزرگور ہمارے صمیمی دوستوں میں سے تھے انکی علمی اور فکری شخصیت سے ہم بہت متاثر تھے اور پاکستان کی مظلوم ملت کیلیے مستقبل کی امید سمجھتے تھے امید ہیں ان کے فرزند انکی علمی ، فکری اور تبلیغی تحریک کی حقیقی ترجمانی کرینگے۔

استادِ بزرگوار۔۔۔ تیری یادوں کے زخم دل میں ہیں۔۔۔ابراہیم بلتی

آج قلم میں سکت نہیں، دل میں حوصلہ نہیں اور مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ میں کیسے اپنے استادِ بزرگوار کو "شہید" لکھوں۔ شہادت یقیناً عطیہ خداوندی ہے اور ایک مسلمان کے لئے بہت بڑی سعادت اور خوشبختی ہے ۔لیکن جیسے شہادت بہت بڑی سعادت ہے اسی طرح ایک کریم استاد، شفیق دوست، با عمل عالم اور مردِ مومن کی جدائی کا دکھ بھی عظیم دکھ ہے۔

مجھے ابھی تک یقین نہیں آرہا، بلکہ یوں سمجھئے کہ میں یقین نہیں کرنا چاہتا چونکہ میں جانتا ہوں کہ میری قوم اور میرا ملک اتنے بڑے نقصان کا متحمل نہیں، یہ صرف میرا ہی خیال نہیں بلکہ شہید کو جاننے والے ہر شخص کا یہی کہنا ہے۔

استادِ بزرگوار علامہ ڈاکٹر غلام محمد فخرالدین ہند و پاک کی معروف علمی شخصیات میں شمار ہوتے تھے۔۔آپ کا تعلق پاکستان کی سرزمین بے آئین گلگت بلتستان کے قمراہ گاوں سے تھا۔ موصوف پاکستان میں کالج کے دور میں آئی ایس او کے ڈویژنل صدر رہ چکے تھے اور دینی تعلیم کے میدان میں آنے کے بعد جہاں آپ نے متعدد خدمات انجام دیں وہیں پر قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ آج کل آپ قم، ایران میں مجلس وحدت مسلمین کے سربراہ تھے۔

چونکہ آپ علمی میدان کے ساتھ ساتھ سیاسی میدان میں بھی فعال تھ چنانچہ گلگت بلتستان کے گزشتہ قانون ساز انتخابات میں جب سکردو حلقہ نمبر دو کے لئے آپ کو الیکشن میں لانے کے لئے دوستوں نے کوششیں شروع کیں تو آپ نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ میں فی الحال علمی حوالے سے کام کرنا چاہتا ہوں۔آپ المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی ایران کے ممتاز طالب علم تھے اور حال ہی میں آپ نے المصطفیٰ یونیورسٹی سے قرآنیات

میں اپنے تھیسز کا کامیاب دفاع کرنے کے بعد پی ایچ ڈی کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ موصوف کو اس مقالے کی نہایت عالمانہ تکمیل پر ساڑھے اٹھانوے فیصد نمبر دیئے گئے۔

جب میں چھوٹا تھا تب سے میں نے مختلف لوگوں سے ان کی تعریفیں سن رکھی تھیں اور جب میں نے آئی ایس او میں کام کرنا شروع کیا تو بہت سارے برادران مجھے نصیحت کرتے ہوئے یہی کہتے تھے کہ عالم بننا ہے تو آغا فخرالدین کی طرح بنو۔

مجھے موصوف سے اپنی پہلی ملاقات کا احوال اچھی طرح یاد ہے۔ میں نے جب ایران آنے کا ارادہ کیا اور اسی حوالے سے جب میری ملاقات مجلس وحدت کے اسلام آباد آفس میں آغا اعجاز بہشتی سے ہوئی تو انہوں نے بھی مجھے آغا شہید کا حوالہ دیا تو میں بہت خوش ہوا۔

یہ بدھ کا دن تھا کہ جب حسینیہ بلتستانیہ قم ایران میں ایک مجلس کے دوران میں نے پہلی مرتبہ استادِ محترم کی زیارت کی۔ پھر ان سے میری ملاقاتوں کا سلسلہ جتنا بڑھتا گیا میں ان کا اتنا ہی گرویدہ ہوتا گیا۔

استادِ محترم کی ایک خاص خوبی یہ تھی کہ آپ عالمِ اسلام کے مسائل کے بارے میں خود بھی فکر مند رہتے تھے اور دوسروں کو بھی سوچنے کی دعوت دیتے تھے۔

پچھلے سال حج سے واپسی پر جب میری ان سے ملاقات ہوئی اور میں نے ان سے ان کے سفر کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے کہ مجھے بہت ہی افسوس ہے کہ دنیا نے مسلمانوں کے بارے میں کتنے ہی غلط پروپیگنڈے پھیلا رکھے ہیں لیکن ہم ٹس سے مس نہیں ہو رہے۔

ناصر ملت اور آغا شہیدی کے بارے میں ہمیشہ فکر مند رہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ شہید قائد کے بعد راجہ ناصر عباس اور آغا امین شہید قدرت کی طرف سے ہمارے لئے ایک بہترین تحفہ ہیں۔ ہمیں ان کی قدر اور حفاظت کرنے کی بہت ضرورت ہے۔

وہ تکفیریوں کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ اسلام کو ان تکفیریوں نے بہت نقصان پہنچایا ہے۔ایک علمی اور تنظیمی شخصیت ہونے کے علاوہ ایک عام آدمی کی حیثیت سے بھی شہید ایک منکسر المزاج اور خلوص کے مجسّمے تھے۔

پچھلے سال رمضان میں جب سارے دوست تبلیغ کے لئے گئے ہوئے تھے تو یہاں دفتر امور کی دیکھ بھال کی ذمہ داری مجھے سونپ گئی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دن میں جب دفتر پہنچا تو بلکل دفتر کی صفائی ہو چکی تھی اگلے روز مجھے ایک صاحب نے بتایا کہ کل جب میں دفتر آیا تھا تو آغا شہید خود اپنی فیملی کے ساتھ دفتر کی صفائی کر رہے تھے۔

آخری مرتبہ جب آغا شہید نے پاکستان جانے کا فیصلہ کیا تو آغا شہید سے ملنے کے لئے جانے والوں میں ایک میں بھی تھا۔اس مرتبہ میں نے خلافِ عادت آغا صاحب سے شکوہ کیا کہ آغا جان جب میرا نکاح ہوا تھا تو آپ کربلا گئے ہوئے اب اگر میری شادی میں بھی آپ نے شرکت نہیں کی تو میں بہت ناراض ہو جاوں گا،اس وقت آغا شہید نے مجھ سے وعدہ کیا کہ اگر زندہ رہا تو ان شااللہ میں تمہاری شادی میں ضرور آوں گا۔مجھے کیا پتہ تھا کہ آغا شہید اس سفر سے کبھی بھی واپس نہیں آئیں گے اور یہ ملاقات ہماری آخری ملاقات ہے۔

بلاآخر یہ نو ذی الحجہ کی رات تھی کہ جب میں دوستوں کے ساتھ واٹس اپ پر چیٹ کر رہا تھا کہ اچانک ایک انجانے نمبر سے میسج آیا"سلام آقای ابراہیم میں فخرالدین مکہ مکرمہ سے ہوں۔" جب میں نے استادِ گرامی کا یہ میسج دیکھا تو میں اتنا خوش ہوا کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔

جب میں نے شکایت کی کہ آپ کے پاس اگر واٹساپ تھا تو پہلے میسج کیوں نہیں کیا شاید آپ ہمیں بھول گئے ہیں تو اپنے اسی مخصوص انداز میں بلتی میں میں کہا کہ "یری فونو لا بجدوگا"یعنی آپ کا چھوٹا بھائی آپ کو کیسے بھول سکتا ہے!

آغا صاحب نے اس گفتگو میں بھی مجلس وحدت مسلمین قم کے حوالے سے بھی پوچھا،سارے دوستوں کا نام لے کر فرداًفرداًان کے بارے میں پوچھااور ساتھ ہی مختار مطہری جو کہ مجلس وحدت قم کے آفس سیکرٹری ہیں ان کا نمبر بھی جس سے پتہ چلتا ہے کہ شہید اس وقت بھی دینی و تنظیموں دوستوں کے لئے اور ن کی فعالیت کے بارے میں فکرمند تھے۔

آخر میں بس اتنا کہوں گا کہ

استادِ بزرگوار۔۔۔ تیری یادوں کے زخم دل میں ہیں

اے ہم سفر نیمہ راہ !۔۔۔ محمد علی شریفی

شہید منیٰ علامہ ڈاکٹر غلام محمد فخر الدین کی شخصیت اور خدمات کو بہت سے دوستوں نے اچھے انداز میں مرقوم کیا ان کی شہادت کے بعد ان پر کچھ لکھنے کے لیئے میرا قلم اور دل ودماغ ساتھ نہیں دے رہے تھے ان کی شہادت کی یقینی خبر آنے کے باوجود بے یقینی سی تھی اور چونکہ بندہ حقیر کو بھی ایک عرصے سے شہید کے ساتھ مختلف امور میں کام کرنے کا موقع ملا اور میں نے نزدیک سے ان کو دیکھا اور بہت سی خصوصیات ان میں دیکھیں اور بہت کچھ ان سے سیکھا اور اگر یہ چیزیں بیان نہ ہوں تو شاید ان کے ساتھ ناانصافی ہوں اور یہ کوئی 8 سال پہلے کی بات ہے ان کے قریبی رشتہ دار حجۃ الاسلام آغای مختار مدبری کے توسط سے شہید منٰینے بندہ حقیر کو اپنے ساتھ اجتماعی ، دینی ،سیاسی ،ثقافتی، علمی ، فکری کامو ں میں حصہ لینے کے لئے اپنے سٹپ (setup) میں شامل ہونے کی دعوت دی اگرچہ مرحوم بچپنے سے اپنے آپکو انہیں کاموں کے لئے وقف کر رکھا تھا لیکن قم المقدس میں وہ بعض دوستوں سے ملکر مذکورہ کاموں میں عرصے سے حصہ لے رہے تھے اگرچہ میری ان کے ساتھ پہلے سے اچھی خاصی جان پہچان تھی اور میرے دونوں بڑے بھائیوں کے ساتھ انکی کالج کے زمانے سے اچھی دوستی تھی اور میرے والد صاحب اور وہ ایک دوسرے کو اچھی طرح جانتے تھے جب ان کے ساتھ ہماری پہلی نشست ان کے جگری دوست حجۃ الاسلام والمسلمین آغای عبدالکریم قاسمی کے گھر میں ہوئی میرے ساتھ دو اور دوست حجۃ لاسلام آقای احسان دانش (چنداہ) اور حجۃ لاسلام آقای تقی مطہری بھی مدعو تھے نشست کا آغاز کلام الٰہی سے ہوا اس کے بعد انہوں نے سب سے پہلے پنے اغراض ومقاصد کو سامنے رکھا اور ہم سے کوئی چیز مخفی نہیں رکھی باقیا غراض ومقاصد کی وضاحت کے بعد انہوں نے کہا کہ اس سیاسی چیپٹر (chapter) کی جب ہم تشریح کرتے ہیں تو بہت سے دوست شامل ہونے سے کتراتے ہیں اور معذرت چاہتے ہیں ،یہ کہہ کر انہوں نے وضاحت شروع کی ہمارا ہدف اور مقصد کسی کی مخالفت نہیں ہے ہمارے لیے سب علماء،.بزرگان ، قابل احترام ہیں لیکن جب بھی علاقے میں کوئی سیاسی،دینی ایشو (issu) پیش

آتا ہے تو ہماری ٹیم مل بیٹھ کر دیکھتی ہے کہ آیا ہماری کوئی ذمہ داری بنتی ہے یا نہیں جب ہم تشخیص دیتے ہیں تو یہ نہیں دیکھتے فلاں ساتھ دے رہا ہے یا نہیں انہوں نے شہید ضیاء الدین کی نصاب تحریک کا حوالہ دیتے ہوے کہا ہم اگرچہ سیاسی طورپر ہم آغا شہید ضیاء الدین اعلی اللہ مقامہ سے اختلاف نظر رکھتے تھے لیکن نصاب تحریک اس مرد مجاہد کا خالص الٰہیکام اور جائز مطالبہ تھا کوئی ساتھ دے نہ دے ہم نے کھل کر ساتھ دیا اسیطرح حجۃالاسلام آغا راحت الحسینی کی رہائی کے لیے جو تحریک چلائی اس میں بھرپور حصہ لینے کا بھی حوالہ دیا اسیطرح چند اور ایشوز (issues) کبھی حوالہ دیا خلاصہ انکی وضاحت کا نچوڑ یہ تھا کہ ہم اپنے وظیفے کی ادائیگی میں کسی قسم کی بھی مصلحت کا شکار نہیں ہونگے۔ چاہے کوئی ہم سے ناراض ہی کیوں نہ ہو جائے اور کہا کہ ہمارا ذاتی اور شخصی کسی کے ساتھ اختلاف نہیں ہے اختلاف نظریاتی اور فکری ہے ہم سب کے احترام کے قائل ہیں بس ہمارا قصور یہ ہے کہ ہم انجام وظیفہ کے لیے کسی سے ڈکٹیشن (dictaion) نہیں لیتے اسی لیے ہمارے قابل احترام بزرگان ہم سے خفا رہتے ہیں انکی وضاحت کے بعد انہوں نے شامل ہونے اور نہ ہونے کو ہمارے اختیار میں رکھا اور کہا چونکہ یہ ایک فکری اور نظریاتی تنظیم ہے جس کے لیے اگر آپ سو فیصد اتفاق کرتے ہیں تو شامل ہو سکتے ہیں۔

اس کے بعد ہمیں موقع دیا گیا اور ہم میں سے بھی ہر ایک نے اظہار خیال کیا چونکہ ان کی گفتگو اس قدر معقول اور مدلل اور قانع کنندہ تھی ہمارے لیے کوئی سوال اور عذر کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی اور سب نے شامل ہونے کا اصولی فیصلہ کر لیا اس دن سے میرا اس عالم مبارز اور مرد مجاہد کے ساتھ تنظیمی سفر شروع ہوا شروع میں اکثر دوستوں کی رائی سے اس سٹپ کا نام مرکز تعلیمات وتبلیغات اسلامی رکھا گیا بعد میں جب 1388 شمسی کو ایران کے صدارتی الیکشن کے بعد اٹھنے والے فتنے کے بعد جب رہبر انقلاب اسلامی آیۃاللہ خامنہ ای نے خواص کو اپنے اندر بصیرت پیدا کرنے کی تاکید فرمائی تو شہید نے خواہش ظاہر کی کہ مرکز تعلیمات وتبلیغات اسلامی کا نام تبدیل کرکے بصیرت آرگنائزیشن رکھنا چاہیے جس پر سب دوستوں نے اتفاق کیا وہ اسی کے چندسال تک صدر رہے اور سب دوستوں کی خواہش تھی کہ وہ ہمیشہ صدر رہیں لیکن شہید کا اصرار تھا کہ ہر

ایک کو موقع دینا چاہیے سب کو مدیریت سیکھنے کا موقع ملنا چاہیے یہ درست نہیں کہ ایک آدمی تنظیم کا سیاہ وسفید کا مالک بنا رہے (ہمارے ہاں عام طور پر یہی ہوتا ہے) انکے انکار کرنے پر ہم نے شہید کو تنظیم کا سر پرست اعلی بنایا۔میں نے اس عظیم ہمسفر نیمہ راہ سے (اگر مبالغہ نہ ہو جائے تو) خوبیوں کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا وہ ہمیشہ اپنے ارادے میں پکے نظر آئے وہ اپنے زمانے کے مالک اشتر تھے وہ کبھی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے وہ ہمیشہ ذاتی اور شخصی مفاد پر دینی اور قومی مفاد کو آگے رکھنے کے قائل تھے ہمارے تنظیمی ہفتہ وار پروگرام میں مختلف کتابوں کے مباحثہ کا سلسلہ ہوتا تھا اس میں سب دوستوں کی خواہش ہوتی تھی شہید پڑھے اور ہم سب استفادہ کریں شہید کا اصرار ہوتا تھا پڑھانے اور اسٹیج پر جانے کی عادت سب کو پیدا کرنا چاہیے اسی لئے وہ صرف اپنی باری کے دن پڑھتے تھے اور دوسروں کی باری کے دن انتہائی توجہ کے ساتھ سنتے تھے اور تقریری باری کے دنوں میں بھی وہ ایک انٹر نیشنل لیول (LEVEL) کے خطیب ہونے کے باوجود اپنی باری کے دن انتہائی منظّم انداز میں خطابت کرتے تھے اور اور دوستوں کی گفتگو کو بھی انتہائی متانت سے سنتے تھے وہ تنظیمی دوستوں کے ساتھ انتہائی خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے اور بہت مہربان تھے ان کی عدم موجودگی مٹینگوں اور پروگرامز کی بے رونقی کا سبب بنتی تھی وہ سب دوستوں کو شوخی اور مذاح کا نشانہ بناتے تھے مذاح کا نشانہ زیادہ تر ہمارے دوست حجۃ الاسلام شیخ تقی مطہری صاحب بنتے تھے ہر فیلڈ (Field) کے افراد کے ساتھ بات کرنے کا پیارا انداز تھا وہ ہمیشہ نظرئے اور فکر کی بات کرتے تھے وہ نظریہ ولایت فقیہ کے حقیقی مبلغ اور عاشق تھے وہ نظریہ فروشوں کے بڑے مخالف تھے ہمیشہ علمی بنیادوں کو مضبوط کرنے کی تلقین کرتے تھے انکی نظر میں ظاہری القابات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی تھی اور اس سے خوش بھی نہیں ہوتے تھے ایک دفعہ وہ حوزہ کے طلّاب کی حالیہ خامیاں بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا آج کل طلّاب اپنے کو حجۃالاسلام کہلوانے سے زیادہ ڈاکٹر کہلوانا پسند کرتے ہیں مختلف علوم میں مہارت حاصل کرنا اچھا اقدام ہے لیکن ڈگری لینا ہی حوزہ والوں کا مقصد اور ہدف بن جائے یہ زیب نہیں دیتا وہ ہمیشہ وقت کے پابند تھے وہ کبھی بھی تنظیمی پروگراموں میں معقول عذر کے بغیر غیر حاضر نہیں رہتے تھے سینئر اور تنظیم کے بانی ہونے کے باوجود کبھی تنظیمی معاملات میں

اپنا نظریہ ٹھونسنے کی کوشش نہیں کی اور اکثریت کی رائے کا احترام کرتے تھے وہ منبر کی زینت تھے ایک ایسا توانا خطیب تھے کہ ہر بات دلیل اور تحلیل کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے وہ انتہائی جرأت مند اور نڈر انسان تھے اور اپنی ذات میں ایک تحریک اور انجمن تھے ان کی زندگی مسلسل جدو جہد سے عبارت تھیوہ ایک کامیاب بابصیرت مبلغ تھے وہ ہمیشہ ملت کے اندر بیداری پیدا کرنے کی بات کیا کرتے تھے وہ قوم وملت کے لئے درد رکھتے تھے وہ جوانوں کی فکری تربیت کرکے ایک بیدار معاشرہ کے لئے کوشش کرتے تھے ہم انکی اسی بیداری اور درد کو دیکھ کر ان کے ساتھ تنظیمی ہمسفر ہوئے تھے لیکن ہمارا یہ ہمسفر ہمیں نیمہ راہ چھوڑ کر ابدی سفر کو اختیار کیا اور اپنے رب سے حالت احرام میں ملاقات کی اور ایک ایسے وقت میں ہم سے جدا ہوے کہ جب قوم کو ان کی اشد ضرورت تھی اور آج ان کے چاہنے والے اور دوستان حیران وپریشان ہیں کہ اس خلاء کو کون پر کرے گا یقینا کوئی پر نہیں کر سکتا آج علامہ فخر الدین ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن ان کی فکر اور ان کی انسانی ضمیروں کو جھنجوڑنے والی بابصیرت باتیں آج بھی ہمارے کانوں سے ٹکرارہی ہے۔عاش سعیداً ومات سعیداً۔خدا ہمیں ان کی امانت (فکر اور مشن) کو لے کر پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطافرمائے

شہید ڈاکٹر غلام محمد۔۔۔ تجھے روئے گا زمانہ برسوں۔۔۔ علی احمد نوری

شہید سے میری پہلی باضابطہ ملاقات ہمارے پیرو مرشد کے ذریعے ہوئی تھا۔ پیرو مرشد سے مراد ہم سب کے مربی محترم جناب زاہد علی خان صاحب ہیں۔ ہوا یوں کہ مرشد نے ایک دفعہ چند سٹوڈنٹس کو جمع کرکے ایک مسجد میں (حمید گڑھ پٹرول پمپ کے نزدیک) پروگرام رکھا۔ اس پروگرام میں ایک وجیہہ چہرہ، گندمی رنگت، خوبصورت داڑھی، نفیس لباس زیب تن کیے ہوئے بلند قامت، سفید دانتوں کے مالک طالب علم نے اپنی خوبصورت آواز میں اپنا تعارف یوں کروایا کہ میرا نام غلام محمد ہے اور لوگ مجھے اخوند کہتے ہیں میرا تعلق قمراہ سے ہے۔

اس پروگرام میں تقریبا بارہ، چودہ برادران شامل تھے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب شہید کالج میں پڑھتے تھے اور کسی کرایے کے مکان میں رہتے تھے جبکہ میں میٹرک کی تیاری کر رہا تھا اور اولڈ ینگ میں ہمارے کسی رشتہ دار کے ہاں رہائش رکھتا تھا اور ہمارے پیرو مرشد بھی ان دنوں اولڈ ینگ میں قیام پذیر تھے۔

اس پروگرام کے بعد سے ملاقاتوں کا سلسلہ ہفتوں اور روزانہ کی بنیاد پر ہوتا رہا۔ مختلف پروگرامز اور تربیتی نشستوں اور بعد میں دورہ جات کا سلسلہ شروع ہوا۔ تنظیمی رشتوں میں جڑنے کے بعد یہ سلسلہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا گیا۔ شہید عمر میں اور کلاس میں مجھ سے بڑے تھے۔ ان کے علم اور ذہانت، قدو قامت اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہم سب ان کی عزت کرتے تھے تاہم شہید تمام دوستوں سے مجھے کچھ زیادہ ہی چاہتے تھے۔

طالب علمی کے زمانے ہی سے آپ اخوند کے نام سے پہچانے جاتے تھے کیونکہ آپ دینی معلومات اور دین سے زیادہ ہی شغف رکھتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ سکول اور کالج دور میں تقریری اور قرائت کے مقابلوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ اور پوزیشن لیتے تھے۔ کالج کے زمانے میں آپ کی خطابت کا بڑا چرچا رہا۔ یوم القدس کا

پروگرام ہو یا یوم الحسین کا جلسہ، اخوند صاحب کی تقاریر حالات وواقعات سے آگاہی کی وجہ سے سب پر بھاری تھیں، خصوصاً انقلاب اسلامی، ولایت فقیہ، امام خمینیؒ اور رہبر معظم آپ کے پسندیدہ موضوعات تھے اور آپ مدافع انقلاب وولایت کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔

آپ مذاہب کے درمیان قربت کے قائل تھے اور اختلافی نکات کو علمی و نقلی دلائل سے سلجھانے میں دلچسپی رکھتے تھے۔کالج لائف میں آپ کے کلاس فیلوز میں اہل سنت اور اہل حدیث کے کافی ساتھی تھے۔ کلاس کے بعد فارغ اوقات میں ان کے ساتھ مختلف موضوعات پر ڈسکشن کرتے تھے اور بعض اوقات ان کے علماء سے بھی ملنے کے لیے ان مراکز میں جاتے تھے۔

آپ عالم بننے اور دینی تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق رکھتے تھے۔کالج کے دور میں تنظیمی دوستوں اور کالج فیلوز کے درمیان اکثر علمی Topics پر گفتگو کرتے رہتے تھے بسا اوقات موضوع کی پیچیدگی اور اس کے حل کے لیے علماء کرام سے بھی رجوع کرتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ قتل گاہ مسجد میں اس وقت کے پیش نماز حجۃالاسلام آقا علی رضوی، رمضان میں درس اخلاق کے لیے جب حجۃالاسلام شیخ یوسف کریمی تشریف لاتے تھے ان سے مختلف موضوعات پر استفادہ کرتے رہتے تھے۔ان کے علاوہ حجۃالاسلام شیخ اصغر حکمت کے پاس بھی جایا کرتے تھے علمی تشنگی بجھانے کے لیے۔

ایک طرف آپ کو دینی تعلیم حاصل کرنے کا شوق تھا تو دوسری طرف آپ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھا۔ اس لئے بوڑھے والدین کو چھوڑ کر کہیں جانا بہت مشکل مرحلہ تھاآخر کار والدین کی رضامندی سے گریجویشن کے بعد غالباً ۹۸۔۱۹۹۷میں اعلیٰ دینی تعلیم یعنی علوم محمد وآل محمد کے حصول کے لیے حوزہ علمیہ قم تشریف لے گئے جہاں انہوں نے محنت، لگن اور دیانتداری کے ساتھ کم وقت میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔رواں سال ۲۸ جنوری کو جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ ، قم سے انہوں نے اعلیٰ نمبروں کے ساتھ پی ایچ ڈی مکمل کرلی تھی۔ ان کے اساتید میں آیۃ اللہ جوادی آملی، آیۃاللہ وحید خراسانی، آیت اللہ معرفت، آیت اللہ غلام عباس رئیسی،

حجۃاالاسلام سید حامد رضوی، ڈاکٹر محمد علی رضائی، ڈاکٹر محمد حسن زمانی وغیرہ شامل ہیں۔ مرحوم نے حضرت آیۃاللہ بہجت سے روحانی و عرفانی فیوضات حاصل کیں۔

حوزہ علمیہ قم میں علم اصول، علم فقہ، علم حدیث، علم رجال، فلسفہ، کلام، ادبیات عرب، علوم قرآن وتفاسیر اور دیگر علوم سے اپنا دامن بھرا۔ ظاہری علوم کے ساتھ انہوں نے اخلاقی، باطنی اور عرفانی کمالات کی طرف بھی بھرپور توجہ دی۔ حصول علم کے ساتھ تدریس وتالیف کا سلسلہ بھی شروع رکھا۔

انہوں نے ملک بھر میں مختلف مقامات پر اخلاقی، تربیتی اور تبلیغی دروس کا بھرپور سلسلہ بھی جاری رکھا۔ شہید نے درج بالا شعبوں کے علاوہ قومی اور اجتماعی میدان میں بھی زمانہ طالب علمی سے جام شہادت نوش کرنے تک بڑھ چڑھ کر حصہ لیااور ہر میدان میں اپنی علمی اور سیاسی بصیرت کی وجہ سے کامیاب وکامران رہے۔

قومی، ملی اور مذہبی امور کی انجام دہی کی پاداش میں آپ کو پس زندان بھی ڈالا گیا مگر آمر اور ظالم لوگوں کے سامنے جھکنے نہ پائے۔ زمانہ طالب علمی ۹۱،۱۹۹۰ میں آئی ایس او پاکستان بلتستان ڈویژن کے فعال صدر رہے۔ دو سال آئی ایس او پاکستان بلتستان ڈویژن کی ذیلی نظارت کے بھی رکن رہے۔ آئی ایس او کے جوانوں کے لیے آپ ایک بہترین مربی تھے۔

88 کا سانحہ ہو یا سانحہ مومن پورہ، سانحہ چلاس ہو یا سانحہ لولوسر وکوہستان، سانحہ کوئٹہ ہو یا سانحہ عباس ٹاؤن ؛ شہید فخرالدین ظلم کے خلاف آواز حق بلند کرنے میں پیش پیش رہے۔

علاقائی، ملکی اور عالمی مسائل پر آپ کی نظر رہتی تھی۔ مسئلہ فلسطین، مسئلہ کشمیر، افغانستان، عراق، بحرین، یمن، بوسنیا، ایران عراق جنگ ان تمام مسائل پر آپ کی نظر رہتی تھی۔ آواز حق بروقت بلند کرنا آپ کا شیوہ رہا۔ آپ ''کونا للظالم خصماً وللمظلوم عوناً'' کے مصداق تھے۔

ملک سے انتہاپسندی اور دہشت گردی کے خاتمے کے لیے بھی اپنی تقریر و تحریر میں ہمیشہ ارباب حل وعقد سے اپیل کرتے اور روٹ لیول پر کام کرنے کی ضرورت پر زور دیتے رہے۔

شہید ضیاء الدین کی تحریک نصاب میں بھی آپ نے بھرپور حصہ لیا۔اس دوران پورے گلگت بلتستان کا ناقابلِ فراموش دورہ کرکے عوام الناس کو اصل حقائق سے روشناس کرایا۔(یادرہے کہ تحریک نصاب میں بلتستان کے بزرگ علماء وزعماء خاموش رہے تھے)صرف گنتی کے چند نوجوان علماء تھے جو شہید ضیاء الدین کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے سربکف میدان میں کودپڑے تھے البتہ نوجوانوں اور عوام کی بھاری اکثریت ان کے ساتھ تھی۔

دستہ امامیہ میں حسینی چوک کاخطاب ہو یا عاشورا محرم وعاشورائے اسد میں حسینی چوک کاخطاب،آپ کو سننے کے لیے ہزاروں عاشقان کربلا ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی طرح گھنٹوں انتظار کرتے تھے۔

آپ نہج البلاغہ پر بھی خوب دسترس رکھتے تھے اس لیے جابجا کلام امام سے استفادہ کرتے تھے۔آپ کا دعائے کمیل پڑھنے کاانداز بھی دل ودماغ کو مسحور کرتا تھا۔

خوف خدااور عزاداری سید الشہدامیں آپ کا گریہ وزاری اورآنسو بہانا۔۔۔قابل دید تھا۔

جب کبھی گلگت بلتستان میں طلبہ تنظیموں کا اجلاس یا اجتماع ہوتا تھا ان میں اخوند غلام محمد لیڈینگ رول ادا کررہے ہوتے تھے یعنی آپ میں قیادت ورہبری کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود تھی۔

آپ ایک پائے کے محقق بھی تھے۔پی ایچ ڈی Thesis کے علاوہ آپ نے ایک مجلّہ "بصیرت" کے نام سے چھاپنے آغاز کررکھا تھا اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر آپ نے کتابیں بھی تالیف کیں اور کئی مقالے بھی تحریر کیے۔

آپ نے اس کم عمری میں تقریبادو تین بار حج کی سعادت حاصل کی۔

1991 میں گلگت بلتستان الیکشن سے بائیکاٹ کے دوران طالب علم رہنما کی حیثیت سے آپ نے قائد گلگت بلتستان علامہ شیخ غلام محمد الغرویؒ اور علامہ شیخ محمد حسن جعفری کے شانہ بشانہ پورے گلگت بلتستان کا دورہ کیا اور ان دورہ جات میں اصلی سخنور اخوند غلام محمد ہوتے تھے۔ اللہ نے ان کے اندر فصاحت و بلاغت اور دلیل ومنطق کے ذریعے مسائل کو بیان کرنے کی ایک خاص مہارت ودیعت کر رکھی تھی یعنی لوگوں کو Motivate، قائل کرنے میں آپ کا ثانی نہیں تھا۔

نوے کی دہائی میں جب تحریک جعفریہ عروج پر تھی اس وقت آپ تحریک جعفریہ بلتستان سکردو کے جنرل سکریٹری تھے اور علامہ شیخ محمد حسن جعفری کے معتمد خاص تھے اور ان کے خزانچی بھی رہے۔

حوزہ علمیہ قم میں بھی جب کبھی طلاب کسی ادارے یا شخصیت سے ملاقات کا پروگرام بناتے تو اس وفد میں آقا فخر الدین کو ضرور شامل کرتے تھے اور ترجمانی آپ ہی کرتے تھے۔آپ نے حوزہ علمیہ قم میں بہت کم وقت میں وہ مقام حاصل کرلیا جو عادی لوگ ساری زندگی میں بھی حاصل نہیں کرپاتے۔حوزہ علمیہ میں بھی آپ نے اپنا ایک مقام پیدا کیا، زہد و تقوی کے ساتھ ساتھ علمی، تبلیغی، ثقافتی، تنظیمی اور سیاسی میدان میں بھی ایک ممتاز مقام بنایا۔

جامعۃالمصطفیٰ میں پاکستانی طلاب کی نمائندگی کرتے تھے۔ لیکچر بھی دیا کرتے تھے۔ طلاب کی تربیت کے لیے بھی آپ کی خدمات لی جاتی تھیں۔ بین الاقوامی لیول کے احتجاجات اور سیمینارز میں آپ تقاریر کرتے تھے اور موضوع کا صحیح حق ادا کرتے تھے۔

مرحوم دو سالوں سے مجلس وحدت مسلمین قم کے سیکریٹری جنرل کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دے رہے تھے۔

مجلس وحدت کے قیام سے جام شہادت نوش کرنے تک آپ مرکزی رہنما کی حیثیت سے گلگت بلتستان، پاکستان اور پاکستان سے باہر مختلف فورمز پر قوم کی نمائندگی کرتے رہے۔ مجلس وحدت کے قائدین ، قوم

وملت کے لیے شہید کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اسی طرح شہید بھی مجلس وحدت مسلمین کے سربراہوں کو ملت کا عظیم اثاثہ سمجھتے تھے جس کا پتہ عرفات کے میدان سے Whatsapp کے ذریعے علامہ امین شہیدی کے نام، شہید کے پیغام سے بھی چلتا ہے۔

پچھلے تین چار سالوں سے عشرہ محرم لاہور اقبال ٹاؤن میں پڑھتے رہے۔اس سال بھی آپ نے حج سے واپسی پر عشرہ محرم لاہور میں دو تین مقامات پر پڑھنے کا پروگرام ترتیب دے رکھا تھا لیکن آپ و من یھاجر الی اللہ ورسولہ۔۔۔۔۔۔۔۔کے مصداق بن گئےاور سانحہ منیٰ میں شہید ہو کر ہمیشہ کے لیے امر ہو گئے۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

زندگی پر جو لوگ چھا جائیں

مَوت اُن کا طواف کرتی ہے

غلام محمد فخرالدّین۔۔۔داستاں ان کی ہے قلم میرا ۔۔۔سید محمد علی شاہ

انسانی زندگی کئی ادوار پر مشتمل ہے۔ بچپن، لڑکپن ، نوجوانی، جوانی اور بڑھاپا۔ان تمام ادوار کا آپس میں ایک خاص رشتہ قائم ہے اور اس اٹوٹ رشتے کے ذریعے یہ پانچ مراحل آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔ بنابرایں جسے بچپن میں صحیح تربیت ملے اس کا لڑکپن کافی حد تک بہتر گزرتا ہے اور جس کا لڑکپن معاشرے کی کثافتوں کی نذر نہ ہو تب اس کی نوجوانی بھی بہتر گزر جاتی ہے۔ جو نوجوانی میں غلط سوسائٹی، برے معاشرے، برے گھرانہ اور برے مربّی سے محفوظ رہے اس کی جوانی ہوا و ہوس کے سیلاب میں غرق نہیں ہوتی اور جس کی جوانی تمام آفتوں سے بچ کر گزر جائے اس کا بڑھاپا تو سنور ہی جاتا ہے۔

البتہ ان تمام مراحل میں انسان کی اپنی ذاتی استعداد اور رجحانات کا بھی دخل بھی ضرور ہے۔ بالخصوص اگر کوئی بچہ غیر معمولی استعداد کا حامل ہو تو اس کے رجحانات بھی منفرد قسم کے ہوتے ہیں۔ ایسے باصلاحیت بچوں کو جب مطلوبہ وسائل مل جاتے ہیں تو جوان ہو کر وہ نا صرف اپنی ذات کو تمام بلاؤں سے محفوظ رکھتے ہیں بلکہ پورے معاشرے کو، بلکہ بسا اوقات پورے علاقے اور ملک کو برائیوں اور مصیبتوں سے نجات دلاتے ہیں۔معاشرے میں ایسے تربیت یافتہ افراد بڑے عرصے بعد دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ایسے ہی افراد میں سے ایک منفرد اور چمکدار ستارہ حجۃالاسلام والمسلمین غلام محمد فخرالدین قدس اللہ سرّہ بھی تھے۔

موصوف نے 22نومبر 1971ء کو قمراہ سکردو میں اپنی آنکھیں کھولیں۔آپ کے والد حاجی مہدی مرحوم صوم وصلوۃ کے پابند ہونے کے ساتھ ساتھ مداح اہل بیت علیہم السلام بھی تھے۔علاوہ ازیں والدین کا اکلوتا بیٹا ہونے کے ناطے آپ کو ایک خاص شفقت و محبت نصیب ہوئی۔ لہٰذا آپ کی تربیت کے لیے بنیادی درسگاہ بہترین گھرانہ قرار پائی۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے گاؤں قمراہ میں ہی حاصل کی۔ اس دوران بھی آپ کو دیندار اساتذہ سے کسب فیض کرنے کا سنہری موقع ملا۔ بعد ازاں نوجوانی کے عالم میں جب آپ اعلی تعلیم کے

حصول کے لیے سکردو آئے تب آپ کو آئی ایس او جیسا بہترین پلیٹ فارم ملا۔آپ نے نا صرف اس پلیٹ فارم کی بدولت اپنی ذات کو معاشرے کی آلودگیوں سے بچائے رکھا بلکہ اپنے ہم عمر دوستوں کو بھی اس پلیٹ فارم کی طرف راغب کرکے ان کی تربیت کی اور ان کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتوں کو نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا۔

ڈگری کالج سکردو سے ایف اے اور بی اے اچھے نمبروں سے پاس کرنے کے بعد چونکہ آپ کو قرآن مجید اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی احادیث کے ساتھ ایک خاص شغف تھا لہٰذا آپ نے اپنے فن سخنوری کا لوہا بھی اسی دور میں ہی منوایا۔

آپ کی غیر معمولی صلاحیتوں کو دیکھ کر علما کرام نے بھی آپ پر خصوصی توجہ دی۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعے تحریک جعفریہ پاکستان کے مسؤلین کی توجہ کو بھی اپنی طرف جذب کی۔ آپ نے اس ملکی سطح کی تنظیم میں خلوص نیت اور جذبہ ایمانی کے ساتھ حریم اہل بیت علیہم السلام کا بھرپور دفاع کیا۔

علوم محمد وآل محمد علیہم السلام سے آپ کی چاہت و بعض علما کے مفید مشوروں بالخصوص حجۃ الاسلام شیخ محمد حسن جعفری صاحب کی پدرانہ ہمدردی کے باعث آپ کو عُشّ آل محمد علیہم السلام قم المقدّسہ میں جیّد علما کے محضر میں زانوئے تلمذ تہہ کرنے کا بہترین موقع نصیب ہوا۔ حوزے کے اساتذہ کو جب آپ کی صلاحیتوں کا ادراک ہوا تو انھوں نے بھی آپ پر خصوصی توجہ دی۔ آپ نے ان قیمتی لمحات سے بھرپور استفادہ کیا۔ کم وقت میں آپ نے مختلف فنون میں مہارت حاصل کی۔ سطحیات کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے بعد آپ نے مختلف مراجع عظام کے درس خارج میں بھی بھرپور شرکت کی۔

آپ جہاں ایک بہترین خطیب تھے وہاں ایک منفرد محقق بھی تھے۔ سیاسی تحلیل میں تو آپ اپنی مثال آپ تھے۔ جب آپ تحلیل کرنا شروع کرتے تھے تو جی کرتا تھا کہ سنتے ہی رہیں، آپ حقائق کو الفاظ کا ایسا لبادہ

پہناتے تھے کہ واقعیّت مجسم ہو کر سامنے آ جاتی تھی۔آپ ایک عالمی فکر کے حامل تھے۔ دنیا کے کسی کونے میں اگر کسی پر ظلم ہوتا تو آپ بے چین ہو جاتے تھے۔

آپ نے منجی عالم بشریت امام زمان عجّل اللہ فرجہ الشریف سے خصوصی عقیدت کی بنا پر اپنے ایم فل تھیسسز کا موضوع ہی " احادیث تطبیقی مہدویت در صحاح ستہّ و کتب اربعہ " انتخاب کیا اور اچھے نمبر حاصل کیے۔ بعد ازاں آپ کی گوناگوں تبلیغاتی مصروفیات کے باوجود بھی آپ نے قرآن و حدیث میں پی ایچ ڈی کرنے کی ٹھان لی۔آپ نے معینہ کلاسیں ختم کرنے کے بعد پی ایچ ڈی تھیسسز " نقد و بررسی آراء قرآنیون در مورد قرآن و سنت " کے موضوع پر لکھا۔ تھیسز کے دفاع کا منظر دیدنی تھا۔ ہم نے خود اس جلسہ دفاعیہ میں شرکت کی تھی۔آپ ایسے علمی انداز سے اساتذہ کے اشکالات کا جواب دیتے تھے کہ مخاطب دنگ رہ جاتے تھے۔ وہاں اساتذہ نے بھی آپ کی شخصیت کو ایک منفرد شخصیت اور تھیسسز کو بھی نہایت عمیق اور مفید قرار دیا اور کہا کہ ایسی تحقیقات بہت ہی کم دیکھنے کو ملتی ہیں۔

تھیسز میں آپ نے 98.75% نمبر لے کر تحقیقی دنیا میں پاکستان اور اسلام کا نام روشن کیا۔ علاوہ ازیں آپ کی مزید دو کتابیں بعنوان "مہدویت اور انسان کا مستقبل " اور "قرآنی زندگی" چھپ چکی ہیں۔ بعض دوسری کتابیں بھی عنقریب چھپنے والی ہیں۔ان میں سے ایک اہم کتاب " ولایت فقیہ " ہے۔

آپ نے اپنی عمر کے آخری دو سال سرزمین قم المقدسہ میں مجلس وحدت المسلمین کے سیکریٹری جنرل کے عنوان سے دینی خدمات انجام دیں۔ بنابریں موصوف ایک ایسی شخصیت ہیں جس نے ہر پلیٹ فارم سے عالمِ اسلام کی خدمت، رہبری اور فلاح و بہبود کے لئے کام کیا ہے۔

آپ گزشتہ تین سالوں سے مسلسل تبلیغی سلسلے میں حج بیت اللہ سے مشرّف ہو رہے تھے۔اس سال بھی آپ اپنے خالق حقیقی سے لو لگانے گئے تھے۔آخر کار اعمال حج کے بجاآوری کے دوران آل سعود کی نااہلی، عدم

وقت، بے اعتنائی اور بد نظمی یا پھر سازش کے باعث ماہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو منیٰ کے مقام پر حالت احرام میں اجلے ملبوس میں لبیک اللھم لبیک کی صداؤں کے ساتھ اپنے حقیقی معشوق سے جا ملے۔

یوں ہم ایک عالم با عمل، محقق کم نظیر، خطیب توانا، پیکر تقویٰ، مدرس بے بدیل، تابناک ماضی، امید مستقبل، عالم بصیر و مبارز سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔ آپ کے مقدس جسدِ مبارک کو مکہ میں ہی قبرستانِ منیٰ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

آخر میں خدا کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالی انہیں ائمہ معصومین علیھم السلام کے جوار میں جگہ عنایت کرے اور ہمیں ان کے مشن کو احسن طریقے سے جاری رکھنے کی توفیق دے۔

سرزمین بلتستان کا گوہر نایاب۔۔۔ محمد لطیف مطہری کچوروی

بلتستان کے نامور عالم دین، عظیم محقق و اسکالر، بے مثال دانشور، زبردست خطیب، اتحاد امت مسلمہ کے داعی حجۃالاسلام والمسلمین علامہ ڈاکٹر غلام محمد فخرالدین اپنے خالق حقیقی سے عشق اور راز و نیاز کرتے ہوئے مقدس سرزمین میں لبیک اللھم لبیک کا ورد کرتے ہوئے شہید ہوگئے، لیکن ہزاروں سوگوار آنکھوں کو ہمیشہ کے لئے پر نم چھوڑ گئے۔ ہماری یہ عادت ہے کہ ہمیں کسی قیمتی چیز کے چھن جانے کے بعد ہی اس کی قدر و قیمت کااندازہ ہوتا ہے اور اس کے بعد ہی ہم افسوس کرتے ہیں۔ جب وہ اس دنیامیں تھے تو ہم نے ان کے علوم سے کماحقہ استفادہ کرنے کی کوشش نہیں کی، صرف الیکشن میں ووٹ حاصل کرنے کے لئے ہم نے ان سے استفادہ کیا، لیکن کسی علمی نشست، سیمنار، کانفرنس اور محافل و مجالس میں کماحقہ اس علوم کے سمندر سے کبھی استفادہ کرنے کی کوشش نہیں کی، یہاں تک کہ محافل و مجالس میں اس عظیم اور مظلوم سخنور کو خطابت کے لئے جگہ دینے سے بھی کتراتے تھے اور محفل میں ان کے ہوتے ہوئے بھی کوئی عام ملّا اور خطیب خطابت کرتے نظر آتے تھے، لیکن ان کی شہادت کے بعد جب منبر خالی ہوا، میدان خطابت خالی ہوا، تب ہم خواب غفلت سے بیدار ہوئے اور یہ احساس ہوا کہ ہم کس عظیم سرمایہ اور نعمت خداوندہ سے محروم ہوگئے ہیں۔

ہزاروں کے اجتماع میں فصیحانہ علمی گفتگو کرنے والی عظیم شخصیت، جو ایران میں طلاب ہند و پاکستان کی نمائندگی کرتی تھی، جو آج ہمارے درمیان موجود نہیں ہے، جب وہ اس دنیا میں تھے تو ہم انہیں عام ملّا سمجھ بیٹھے، لیکن آج جب وہ ہم سے دور ہوئے تو سب، یہاں تک کہ ان کے مخالف افراد بھی افسوس کرتے اور آنسو بہاتے ہوئے نظر آتے ہیں، لیکن اس کا کیا فائدہ۔۔ آج ہمیں یہ عہد کرنا ہوگا کہ ہم اپنی انمول ہستیوں کو اس دنیا میں ہی پہچان لیں، ان سے کماحقہ استفادہ کریں اور ان کی قدر کریں۔ اس دانشمند علّام کی رحلت سے معاشرے میں ایک ایسا بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے، جسے پر کرنا فی الحال ناممکن ہے۔ اس فداکار شخصیت کا وجود

پاکستان بالاخص بلتستان کے عوام کے لئے باعث عزت و افتخار تھا، جو زندگی میں اپنے ضیاء باریوں سے علاقے کو روشن کرتے رہے، اپنی نورانی تبلیغات سے مردہ روحوں کو زندگی بخشتی رہے اور جہالت کی تاریکیوں کو اپنے علم کی شمع فروازں سے منور کرتے رہے۔

علامہ شیخ فخر الدین تقویٰ، پرہیزگاری اور شوکت بیان میں اپنی نظیر آپ تھے۔ گلشن علم دین کا یہ سدا بہار پھلدار درخت جلد ہی خزان کو جا پہنچا اور اس کے بیش قیمت ایمان افروز پھل سے اہل علم محروم ہو گئے۔ جس طرح علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: {اذا مات العالم انثلم بموتہ فی الاسلام ثلمۃ لا تسد الی یوم القیامۃ} جب عالم مر جاتا ہے تو اسلام میں ایک ایسا خلا پیدا ہو جاتا ہے جو قیامت تک پر نہیں ہو سکتا۔ آپ ہمیشہ معارف اہل بیت علیہم السلام کو پہنچانے کے لئے ایک کامیاب مبلغ بن کر لوگوں کی رہنمائی کرتے رہتے تھے، اسی لئے وہ پاکستان اور بلتستان تبلیغ کے لئے جاتے اور لوگوں کے ساتھ اس طرح سے گھل مل جاتے تھے کہ بلتستان کے مختلف علاقوں کے لوگ ان کی عالمانہ اور مجاہدانہ زندگی کی وجہ سے ان کے عاشق ہو جاتے تھے اور پروانہ وار ان کے ارد گرد جمع ہو جاتے تھے۔ جب ان کی شہادت کی خبر سنی تو طلاب اور ہزاروں مرد و زن دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے، یہی ایک عالم با عمل سے عشق کی نشانی ہے۔

جوانی کے اس پر خطر اور پر تلاطم دور میں جہاں گناہوں سے بچنا ہر انسان کی بس کی بات نہیں ہوتی، آپ تعلیم و تربیت اور ملت کی خدمت کی خاطر ایک اچھی تنظیم کے ساتھ وابستہ ہو گئے اور روحانی تربیت حاصل کرتے رہے، اکثر و بیشتر اوقات علماء کے ساتھ گزارتے رہے اور یوں جوانی کے ایام میں ہی شہر آل محمد قم المقدسہ میں قدم رکھا۔ آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز اپنے آبائی گاؤں قمراہ سے کیا، پھر ہائی سکول سکردو سے میٹرک اور کالج سے ایف اے مکمل کیا۔ بچپن سے ہی علم دوستی اور بے نظیر خطابت کی بنا پر آپ آخوند کی صفت سے متصف تھے۔ آپ امامیہ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن بلتستان ڈویژن کے صدر اور تحریک جعفریہ کے فعال رکن کی

حیثیت سے بھی مکتب تشیع کے لئے خدمات سرانجام دے چکے ہیں، جبکہ شہادت کے ایام تک مجلس وحدت مسلمین شعبہ قم کے سربراہ کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہے تھے۔

آپ نے حوزہ علمیہ قم اور المصطفیٰ اسلامک یونیورسٹی سے کم ترین وقت میں وہ مقام حاصل کیا، جو عام طلاب ساری زندگی میں حاصل نہیں کر سکتے۔ عام طلاب صرف ایک ہی میدان میں کامیاب ہو سکتے ہیں، لیکن آپ مختلف میدانوں میں کامیاب و کامران تھے، اسی لئے آپ کا شمار المصطفیٰ اسلامک یونیورسٹی اور حوزہ علمیہ قم کے نخبگان میں ہوتا تھا۔ آپ شروع ہی سے اسلامی آداب کے پابند، محنتی اور عظیم شخصیت کے مالک تھے، آپ کا شمار کم عرصے میں زیادہ علوم حاصل کرنے والے محنتی اور دیانتدار طلاب میں ہوا کرتا تھا، جس کے باعث انہوں نے رواں سال 28 جنوری کو المصطفیٰ اسلامک یونیورسٹی قم سے اعلیٰ نمبروں کے ساتھ پی ایچ ڈی مکمل کر لی۔ شاید آپ جانتے تھے کہ آپ نے جلد ہی اس دنیا سے ابدی منزل کی طرف جانا ہے، اس لئے ہر سفر کو جلدی طے کیا۔ آپ نے مختلف آیات عظام سے روحانی و عرفانی فیوضات حاصل کئے۔ آپ کو علم اصول، فقہ، حدیث، رجال، فلسفہ، کلام، ادبیات عرب اور علوم قرآن و تفاسیر میں مکمل مہارت حاصل تھی۔ آپ حصول علم کے ساتھ ساتھ ، باطنی اور عرفانی کمالات کی طرف توجہ رکھتے تھے۔ آپ ولایت فقیہ، انقلاب اسلامی اور فکر امام خمینی (رہ) کے مبانی پر تبحر رکھتے تھے اور ولایت فقیہ اور نہج البلاغہ کی تدریس کیا کرتے تھے۔

قومی اور اجتماعی میدان میں بھی زمانہ طالب علمی سے لے کر جام شہادت نوش کرنے تک بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ہر میدان میں اپنی علمی اور سیاسی بصیرت کی وجہ سے کامیاب رہے۔ مذہبی امور کے عشق میں جیل کی مشکلات بھی سہیں، لیکن صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر فصاحت و بلاغت اور دلیل و منطق کے ذریعے مسائل کو بیان کرنے کی ایک خاص مہارت ودیعت کر رکھی تھی، جس کی وجہ سے وہ لوگوں کو جلد ہی قائل کر لیتے تھے۔ سانحہ چلاس، سانحہ لولوسر، سانحہ کوہستان، سانحہ کوئٹہ، سانحہ عباس ٹاؤن وغیرہ میں شہید فخر الدین ظلم کے خلاف آواز حق بلند کرنے میں پیش پیش رہے۔ جب قم المقدسہ میں ہم نے

سانحہ چلاس کے شہداء کے لئے مجلس ترحیم رکھی تو خطابت کا فریضہ آپ نے سنبھال لیا اور اپنے فن خطابت کے ذریعے مجلس ترحیم کو ایک احتجاجی جلسہ کی شکل میں تبدیل کر دیا، جو اپنی جگہ بے مثال اور بے نظیر مجلس ترحیم میں تبدیل ہو گئی۔

مسئلہ فلسطین، عراق، بحرین، یمن اور ایران عراق جنگ، اسی طرح عالم اسلام کے اہم مسائل پر کڑی نظر رکھتے تھے اور ہمیشہ حق کا برملا اور ببانگ دہل اعلان کرتے تھے۔ شہید ضیاء الدین کے نصاب کی تحریک میں بھی آپ نے حصہ لیا اور پورے گلگت بلتستان کا دورہ کرکے عوام کو اصل حقائق سے روشناس کرایا، گرچہ نصاب کی اس تحریک میں بھی میں بلتستان کے بزرگ علماء وزعماء خاموش رہے۔ ہندوستان اور پاکستان کے طلاب آپ کی تقاریر اور دروس سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ جس طرح پاکستان اور بلتستان کے عوام ان کی مدبرانہ، عالمانہ اور مبارزانہ زندگی کی وجہ سے ان کے عاشق تھے۔ آپ دوست و دشمن، موافق و مخالف سب کے سامنے محکم اور مضبوط دلائل کے ساتھ گفتگو کیا کرتے تھے۔ حوزہ علمیہ قم میں جب کبھی طلاب کسی ادارے یا شخصیت سے ملاقات کا پروگرام بناتے تو اس وفد میں آپ کو ضرور شامل کرتے تھے۔ آپ طلاب پاکستان بالاخص طلاب بلتستان کی پہچان بن گئے تھے۔ طلاب کی مشکلات حل کرنے کے لئے پیش پیش تھے۔ اگر ایک نیا طالب علم بھی آپ کو کسی جگہ جانے کے لئے کہتا تو دریغ نہیں کرتے تھے۔

آپ حصول علم کے ساتھ ساتھ سال کا زیادہ عرصہ تبلیغ دین میں گزارتے تھے اور مسلسل کئی سالوں سے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر رہے تھے، لیکن اس سال دعائے عرفہ کی تلاوت، مناسک حج اور زیارت بیت اللہ کے بعد دس ذی الحجہ کو آل سعود، نسل یہود کی لاقانونیت اور ان کے ناپاک عزائم کے نتیجہ میں ملت مظلوم تشیع، عزاداران سید الشہداء علیہ السلام اور تمام عاشقان ولایت کو علمی و فکری طور پر مغموم کرکے ومن یہاجر الی اللہ ورسولہ ..... کا مصداق بن گے۔ بقول حشمت کمال الہامی صاحب:

تعزیت کیسے کریں ہم پیش ملت کے حضور

جن کی فرقت تا ابد ہے ایک درد لا دواء

اب کہاں سے لائیں ہم پاکیزہ اس کردار کو

دین و وحدت کے لئے تھی منفرد جن کی ادا

حج کے سفر سے پہلے جب گھر والوں اور قریبی دوستوں نے انہیں اس سال حج پر جانے سے روکا تو انھوں نے یہ جملہ کہا کہ اگر موت کا وقت آ پہنچا ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا کہ سفر کریں یا نہ کریں موت مقرر شدہ چیز ہے۔ اس کلام سے مجھے حضرت علی اکبر علیہ السلام کا وہ جملہ یاد آتا ہے، جسے آپ نے والد بزرگوار سے فرمایا تھا: اگر ہم حق پر ہیں تو کیا فرق پڑتا ہے کہ موت ہم پر آ پڑے یا ہم موت پر، لیکن آپ بڑے خوش قسمت تھے، دو تین ماہ دینی اور تبلغی میدانوں میں محو عمل رہنے کے بعد، مقدس اور پاکیزہ ترین جگہوں کی زیارت کرنے اور دعائے عرفہ کی تلاوت کرنے کے بعد پاک و پاکیزہ ہو کر حکم الہی پر لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔ سانحہ منیٰ کے بعد سے آپ کی شہادت کی خبر آنے تک قم المقدسہ، مشہد مقدس، نجف اشرف اور پورے پاکستان بالخصوص گلگت بلتستان میں جگہ جگہ پر محافل دعائیہ کا سلسلہ جاری رہا، لیکن جب یکم محرم الحرام کو ان کی شہادت کی خبر سنی تو ہر جگہ صف ماتم بچھ گئی اور ہر طرف ایک کہرام مچ گیا۔ ہر ایک اس عظیم خدائی نعمت سے محروم ہونے پر اشک بہا رہا تھا، لیکن خدا کو یہی منظور تھا کہ اس کا بندہ حالت احرام میں تمام گناہوں سے پاک و پاکیزہ ہو کر اس سے آملے۔

بقول شاعر:

ذاکر فرش عزا علم کا محور نہ رہا

دین وملت کا وہ انمول مقدر نہ رہا

مثل مسلمؑ گیا جو پیش خدا غربت میں

راہ حق کا وہ مجاہد، وہ دلاور نہ رہا

حالت حج میں شہادت کا شرف جس کو ملا

ہائے قسمت وہ مقدر کا سکندر نہ رہا

جس نے منبر سے خطابت کو نیا رخ بخشا

اب وہ میدان خطابت کا غضنفر نہ رہا

جس کی قدموں کو سدا فتح و ظفر نے چوما

دار فانی میں وہی شخص مظفر نہ رہا

اہل بیت عصمت و طہارت سے عشق و محبت ان کے پاک اور خالص دل میں بھری ہوئی تھی۔ ساری زندگی غم حسین علیہ السلام میں اشک بہاتے رہے اور مظلوم کربلا کے مصائب بیان کرتے رہے اور یوں سالار شہیدان کے سامنے سرخرو ہوئے۔ شاید برسوں تک ہم ان کو بھلا نہ سکیں، کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: [موت قبیلۃ ایسر من موت عالم] ایک قبیلے کی موت ایک عالم کی موت سے تحمل کرنے میں آسان تر ہے۔[کنز العمال ۲۸۸۵۸]

شہید مظلوم منٰی، پاسدار ولایت فقیہ اور پاکستان و بلتستان میں فکر ولایت فقیہ کو عام کرنے والے ایک حقیقی مجاہد اور باعمل عالم تھے۔ وہ نہ صرف عوام کے لئے بلکہ حوزہ علمیہ میں موجود علماء اور طلاب کے لئے بھی نمونہ عمل اور اسوہ تھے۔ استاد محترم آیت اللہ غلام عباس رئیسی نے ایک بڑی محفل میں، جب شیخ صاحب زندہ تھے تو ان کے بارے میں فرمایا تھا: ان کا شمار پاکستان کے ایک درجہ کے علماء میں ہوتا ہے اور یہ شخصیت تمام طلاب کے لئے نمونہ عمل اور اسوہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر اس شہید کی شہادت کی خبر یکم محرم الحرام کو نہ پہنچتی تو شاید پسماندگان میں اتنا بڑا سانحہ سہنے کی طاقت نہ ہوتی، لیکن شاید یہ شہید کہ اپنی دعا ہوگی کہ انہوں نے

خداوند متعال سے دعا کی ہوگی کہ میری جدائی کا غم شاید میرے گھر والوں کو برداشت نہ ہو، اس لئے اس غم کو غم حسین علیہ السلام سے ملا دے۔ یوں بیس دن تک متضاد خبریں آنے کے بعد یکم محرم الحرام کو ان کی شہادت کی خبر آ پہنچی۔

ان کی شہادت کی خبر سنتے ہی طلاب، قم المقدسہ میں ان کے گھر تعزیت کے لئے جوق در جوق پہنچ گئے۔ المصطفیٰ اسلامک یونیورسٹی کے سربراہ اور قم المقدسہ کے امام جمعہ حضرت آیت اللہ اعرافی { دامت برکاتہ } بھی آپ کے گھر تشریف لائے اور یوں اظہار خیال فرمایا: ہمارے برادر عزیز جناب ڈاکٹر فخر الدین در حقیقت حوزیہ علمیہ قم کے بارز ثمرات میں سے تھے، آپ علمی، فکری اور اجتماعی حوالے سے نابغہ روزگار اور جامع شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی شہادت سے ملت اسلامیہ ایک عظیم مجاہد، مبارز، زمان شناس اور بابصیرت عالم دین سے محروم ہوئی ہے۔ ان کی اولاد ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور ہم ان کی تعلیم وتربیت میں کسی قسم کی کوتائی نہیں کریں گے۔ آخر میں اس عظیم ہستی کی شہادت کی مناسبت سے تمام عاشقان ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام اور ان کے پسماندگان کی خدمت میں تبریک وتسلیت عرض کرتا ہوں۔

شہادت مبارک و گوارا باد اے فخر ملت۔۔۔۔

موت آئے بھلا تجھ کو کیسے، تو، تو زندہ ہے تا صبح محشر، اے مفکر، اے معلم، اے مجاہد

حشر تک تجھ کو بھولے ہم نہ شاید۔۔۔ والسلام علیہ یوم یموت ویوم یبعث حیا

شہادت کی نیند قوم کی بیداری۔۔۔محمد عباس بہشتی

اذا مات عالم ثلم فی الاسلام ثلمۃ لا یسدھا شیء۔جب کوئی عالم اس دنیا سے چلاجاتا ہے تو اسلام میں ایک خلا پیدا ہوتا ہے جسے کسی چیز سے پُر نہیں کیا جاسکتا۔

۱۰ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ بروز جمعرات مکہ مکرمہ منی میں ایک دل دہلا دینے والا واقعہ پیش آیا جس میں ہزاروں حاجی شہید، ہزاروں زخمی اور درجنوں لاپتہ ہوئے دوسرے روز سے یہ خبر چلنا شروع ہوا کہ حجۃ الاسلام و المسلمین علامہ ڈاکٹر شیخ غلام محمد فخر الدین شہید بھی لاپتہ ہیں لہٰذا ان کے چاہنے والے اور جاننے والے ہر جگہ دعائیں کرتے رہے۔

میرے خیال سے اسی دن سے لیکر یکم محرم الحرام تک کوئی ایسا دن نہیں گزرا کہ جس میں کہیں نہ کہیں ان کی سلامتی کیلئے دعا کا پروگرام نہ ہوا ہو۔ بالخصوص قم المقدس ، مشہد مقدس، نجف اشرف اور کربلائے معلٰی میں اسی طرح لاہور، کراچی، اسلام آباد اور سکردو، بلتستان میں لیکن خدا کو کچھ اور منظور تھا۔

کوئی بھی یہ نہیں سوچ رہا تھا کہ شیخ صاحب ہم سے یوں بچھڑ جائیں گے ،سب کو یقین تھا کہ علامہ موصوف زخمی ہوئے ہیں یا آل سعود کے درندوں کے ہاتھوں اسیر ہیں کیونکہ علامہ صاحب کو اس سے پہلے بھی کئی بار گرفتار کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

اس سال یکم محرم الحرام کو غم حسین علیہ السلام اور زینب علیہا السلام کے ساتھ ساتھ علامہ موصوف کی شہادت کی خبر بھی دی گئی۔ تاکہ ان کے خاندان اور عزیز و اقارب امام حسینؑ کے غم کو سوچ کر اس غم کو برداشت کرسکیں۔

کسی مجلس میں آپ نے فرمایا تھا کہ

آج کل ایشاء میں عمومی انسانی عمر ۵۰۔ ۶۰ سال ہے پھر آپ مسکرائے اور زیر ممبر کچھ بزرگوں کی طرف نگاہ کی اور ان سے کہا کہ اس مجلس میں موجود ہم کچھ افراد مزید پانچ سال سے زیادہ نہیں رہیں گے کیوں جناب ؟؟

پھر مسکرائے اور کہا پس ہمیں موت کا منتظر ہونا چاہئے اور ہمیشہ تیار رہنا چاہئے۔

جب علامہ موصوف نے پی ایچ ڈی مکمل کی اور اسی مناسبت سے ایک جلسہ رکھا گیا تو اس جلسے سے حضرت آیت اللہ غلام عباس رئیسی دامت برکاتہ نے خطاب کیا اور علامہ صاحب کی بہت توصیف کی انہی توصیفی جملوں میں سے ایک یہ جملہ تھا کہ ڈاکٹر شیخ غلام محمد فخر الدین صاحب صرف آپ لوگوں کیلئے (طلاب بلتستان یا پاکستان کیلئے نہیں ہیں بلکہ وہ عالم اسلام کا سرمایہ ہیں۔

میں اس وقت حجۃالاسلام والمسلمین ڈاکٹر شیخ غلام محمد فخر الدین کے تعارف میں بس یہی کچھ کہنا چاہوں گا کہ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جو علم و عمل میں اپنی مثال آپ تھے۔

اپنی تعلیمی و تبلیغی سرگرمیوں کے باعث آپ سال میں زیادہ تر ایران سے باہر رہتے تھے اور مسلسل کئی سالوں سے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر رہے تھے بالآخر اس سال نو ۹ ذی الحجہ کو دعائے عرفہ کی تلاوت مناسک حج اور زیارت بیت اللہ کے بعد دس ذی الحجہ کو آل سعود کے ظالموں جابروں یہود اور نصارا کے پیروکار امریکہ کے ایجنٹوں اور اسرائیل کے چاپلوسوں کے ہاتھوں آپ نے جامِ شہادت نوش کیا۔

اس مرتبہ جب گھر والوں اور دیگر دوستوں نے حج پر جانے سے منع کیا تو آپ نے فرمایا: اگر موت کا وقت ہے تو موت ایک حتمی چیز ہے اس سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ (فاذاجاء اجلھم لایستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون)

لیکن آپ بڑے خوش قسمت تھے دو تین ماہ دینی سیاسی اور تبلیغی محاذوں پر عمل پیرا ہونے کے بعد بیت اللہ میں ابدی نیند سو گئے۔

خدا کرے کہ آپ کی یہ شہادت کی نیند قوم کی بیداری کا باعث بنے۔

آخری مرتبہ، قم المقدس سے پاکستان جانے سے صرف ایک دن پہلے کی تصویر

بمقام۔۔۔۔۔۔مدرسہ شہید عارف حسین الحسینی۔۔۔ قم المقدس ایران۔۔۔